سندھ، تصوف اور عبداللہ شاہ غازی
ڈاکٹر سبط شبر زیدی
Researched by Dr. Sibt-i-Shabbar Zaidi

سندھ، تصوف اور عبداللہ شاہ غازی

تحقیق

مولانا ڈاکٹر سید سبط شبر زیدی
وکیل آیت اللہ منتظری

زید بن علی فاؤنڈیشن پاکستان
A-17/3 رابعہ سٹی گلستان جوہر بلاک 18 کراچی

فون: 0321-2093093

سب سے پہلے ☆☆☆☆☆ اسلام

کتاب: سندھ، تصوف اور عبداللہ شاہ غازی

تحقیق: ڈاکٹر سید سبط شبر زیدی

سن اشاعت: مارچ 2007ء / صفر 1428ھ

قیمت: ایک سو پچاس روپیہ پاکستانی

ہمارا پیمانہ	----------	قرآن وسنت
ہمارا نعرہ	----------	پاکستان سے محبت
ہماری پہچان	----------	علم وعمل

ڈاکٹر شبر زیدی

shabbar502@yahoo.com

www.shabbarzaidi.itgo.com

سیدہ انوار جہاں بنت سبط احمد عابدی متوفیہ 2003ء

سید احمد میاں (راہی) ابن مولانا انوار الحسن زیدی مجتہد متوفی 1992ء

سیدہ صفدری بیگم (چندا) بنت نواب ابراہیم حسین جعفری متوفیہ 1998

سید آلِ حسنین ابن ظہور الحسنین جعفری متوفی 1975ء

کے نام

باب اول

خطّہ سندھ

۱) سندھ کی ابتدائی تاریخ

۲) سندھ کی وجہ تسمیہ

۳) سندھ کی قدیم جغرافیائی حدود

۴) ہمارا تبصرہ

باب دوم

اسلام۔ ھند کی طرف

باب سوم

کراچی۔ قدیم و جدید کتب کے آئینے میں

صفحہ 31 — 39

باب چہارم

تصوف ۔ ایک اجمالی جائزہ

صفحہ 40 — 51

باب پنجم

عبداللہ شاہ غازی۔ تاریخی جائزہ

صفحہ 52 — 117

باب ششم

ماحصل

صفحہ 118 ـ 125

باب اول

خطّہ سندھ

۱) سندھ کی ابتدائی تاریخ

۲) سندھ کی وجہ تسمیہ

۳) سندھ کی قدیم جغرافیائی حدود

۴) ہمارا تبصرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ o

سندھ کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے البتہ قیاس کیا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند حام نے اپنے والد کے حکم سے دنیا کے جنوبی حصے کو آباد کیا(۱) اور حام ہی کی نسل نے سندھ کی سرزمین کو اپنایا اور اسے آباد و سرسبز کیا(۲) عموماً سندھ کی تاریخ سے اس وقت سے ملتی ہے جب آریہ قبائل یہاں حملہ آور ہوئے اور یہاں موجود قدیم باشندگان داروڑ قوم کو محکوم بنالیا غالباً ایسا قریباً دو ہزار سال قبل مسیح ہوا۔ آریہ قوم نے یہاں کی تہذیب و تمدن سے لے کر زبان ادب اور مذہب تک کو متاثر کیا۔ 800 سال قبلِ مسیح ھند (سندھ) اور عرب کے درمیان تجارتی تعلقات قائم ہوئے(۳) اور قریباً 325 قبل مسیح سکندر نے اس علاقے کو فتح کرنے کے

---

(۱) : محمد قاسم فرشتہ۔ تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ 61۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی 1962ء

(۲) Dr. John Philips Exploring Genesis Page 99- New Jersy- U.S.A. 1980:

(۳) : رحیمداد خان مولائی شیدائی۔ تاریخ تمدن سند صفحہ 148 سندھ یونیورسٹی 1959ء

لئے یہاں بھی حملہ کیا (۴) کہ جس سے اس علاقے کو مزید شہرت حاصل ہوئی۔ سندھ کی تہذیب قبلِ مسیح عروج پر تھی کہ جس کا اندازہ "موہن جو دڑو" کے اثرات و کھنڈرات سے لگایا جا سکتا ہے۔ نیز اہل سندھ نے اپنا ایک رسم الخط بھی ایجاد کیا تھا جو کوشش کے باوجود آج تک نہیں پڑھا جا سکا۔ یہاں کے لوگ مختلف زبانوں اور مختلف مذاہب کے حامل رہے اور ان کے یہاں گوناگوں اسالیب کتابت بھی رائج تھے جو لوگ ان کے شہروں میں آمد و رفت رکھتے تھے ان میں سے کسی نے ابن ندیم متوفّٰی 385ھ کو بتایا کہ ان کے اسالیب دو سو کے قریب ہیں اور یہ بھی بتایا کہ وہاں کے پایہ تخت میں سونے کا ایک بت دیکھا جاتا ہے جو کہ بدھ کا مجسمہ ہے (۵)

اگرچہ عہد رسالت اور اس کے بعد تک عرب و سندھ کے درمیان مختلف نوعیت کے تعلقات تھے مگر تجارتی تعلق سب سے زیادہ قدیم اور اہم تھا۔ سندھ کے مختلف علاقوں سے مختلف قسم کے تجارتی اموال عرب جایا کرتے تھے اور عرب کے مختلف بازاروں اور ممالک میں جا کر فروخت ہوتے تھے۔ ھند (سندھ) سے ہر قسم کا عود، صندل، کافور، ماخور، جوزیوا، قرنفل، قاقلہ، کبابہ، ناریل، نباتاتی کپڑے، روئی کے مخملی کپڑے اور ہاتھی

(۴): Aitken- Gazeteer of the Province of Sind Page 86- Karachi

(۵): ابن ندیم۔ الفہرست صفحہ 27۔ المطبعۃ الرحمانیہ مصر 1348ھ

دریارِ عرب میں جاتے تھے بالخصوص سندھ سے قسط' بانس اور بید کی لکڑیاں عرب بھجی جاتی تھیں (٦) یوں تو پورے عرب میں یہاں کے مال کی مانگ تھی اور دورِ جاہلیت کے قریباً ہر بڑے بازار میں یہاں کی چیزیں فروخت ہوتی تھیں مگران کی چند خاص منڈیاں بھی تھیں کہ جہاں یہ چیزیں بھاری مقدار میں موجود ہوتیں کہ جن میں ابلہ' صحار' جار اور عدن نمایاں ہیں۔ گھوڑوں کی فراہمیِ عربوں کا سب سے بڑا کاروبار تھا(٧) لہذا اہل عرب اچھے قسم کے گھوڑے اہل سندھ کو فراہم کرتے۔ عبداللہ شاہ غازی بھی اسی کاروبار کے توسط سے عرب چھوڑ کر سندھ آئے (٨) اور جو سندھ آتا وہ یہاں کے لوگوں کی مہمان نوازی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ چنانچہ ابن بطوطہ متوفّٰی 1377ء کہتا ہے کہ:

"جب کوئی مسافر ملتان میں جو سندھ کا پایہ تخت ہے پہنچتا ہے تو جب تک بادشاہ کی طرف سے حکمِ روانگی نہ آجائے اور اس کی ضیافت کا انتظام نہ ہو جائے اور اس کی مقدار مقرر نہ ہو جائے اس کو وہاں ٹھہرنا پڑتا ہے"۔ (٩)

(٦): قاضی اطہر مبارکپوری۔ عرب و ہند عہد رسالت میں صفحہ 28 سکھر 1986ء

(٧): انوار ہاشمی۔ تاریخ پاک و ہند۔ صفحہ 14۔ کراچی 1970ء

(٨): ابن اثیر الکامل۔ جلد ۵ صفحہ ۳۰ دار الفکر بیروت 1978ء

(٩): ابن بطوطہ رحلۃ ابن بطوطہ الجزء الثانی صفحہ ۳۔ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر 1377ھ

سندھ کی وجہ تسمیہ

سندھ کو سندھ کیوں کہا جاتا ہے ؟اس سلسلہ میں دو مفروضات ہیں:

i) سندھ کا نام حام بن نوح علیہ السلام کے فرزند ہند کے بھائی سند کے نام پر مشہور ہوا (۱۰)

ii) آریہ جب اس خطہ میں آئے تو انہوں نے یہاں ایک بڑے دریا کو بہتا دیکھا اور ان کی زبان میں سندھو بڑے دریا کو کہا جاتا تھا لہذا وہ اس پورے علاقے کو سندھو کہنے لگے جو بعد میں سندھ ہو گیا (۱۱)

(۱۰) : i) مرزا قلیچ بیگ۔ تاریخ سندھ صفحہ ۱ مطبوعہ حیدر آباد سندھ 1925ء
(ii) مرزا محمد کاظم برلاس۔ تاریخ سندھ صفحہ ۷ مراد آباد بھارت 1905ء
(iii) میر علی شیر قانع ٹھٹوی۔ تحفۃ الکرام محشی ڈاکٹر نبی بخش بلوچ جلد 3 صفحہ 3 کراچی 1959ء
(iv) ابوالحسن مسعودی۔ مروج الذھب۔ الجزاء الثانی صفحہ 145 مصر 1948ء
(v) یاقوت حموی۔ معجم البلدان۔ المجلد الخامس صفحہ 151 مصر 1906ء
(۱۱) : i) سید سلیمان ندوی۔ تاریخ سندھ۔ حصہ اول صفحہ 1 مطبوعہ 1947ء
(ii) پیرومل مھر چند آڈوانی۔ قدیم سند صفحہ 42 کراچی 1957ء
(iii) اعجاز الحق قدوسی۔ تاریخ سندھ جلد اول صفحہ 1 لاہور 1971ء
(iv) رحیمداد خان مولائی شیدائی تاریخ تمدن سند صفحہ 36 حیدر آباد 1959ء

سندھ کی قدیم جغرافیائی حدود

شروع میں آریہ قوم نے سندھ کے ادھر جتنے ملک فتح کئے سب کا نام سندھ رکھا یہاں تک کہ پنجاب کی سرحد سے بھی آگے بڑھ گئے مگر نام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی جب گنگا تک پہنچ کر رک گئے تو اس کا نام "آریہ درت" رکھا مگر ہندوستان سے باہر اس نام کو شہرت حاصل نہیں ہوئی (۱۲) پورا پنجاب کا رقبہ سندھ میں شامل تھا (۱۳) البیرونی متوفّی 1048ء کے زمانے تک ہند (سندھ) کے پچھّم کے پہاڑوں میں مختلف پٹھان قبیلے رہتے تھے (۱۴) الغرض قدیم زمانہ میں مشترک ہندوستان کی شمالی حدود میں بلاد سجستان، بست رخج، داور، بامیان، کابل واقع تھے اور یہ سارا علاقہ ہندوستان (سندھ) میں شمار ہوتا تھا۔ (۱۵)

---

(۱۲) : سید سلیمان ندوی۔ تاریخ سندھ۔ حصہ اول صفحہ 1 مطبوعہ 1947ء

(۱۳) :i) مرزا قلیچ بیگ۔ تاریخ سندھ صفحہ 4 مطبوعہ حیدر آباد سندھ 1925ء

(ii) سید ہاشمی فرید آبادی تاریخ ہند جلد اول صفحہ 205 جامعۂ عثمانیہ 1939

(۱۴) : ابو ریحان البیرونی۔ کتاب الہند جلد اول صفحہ 277 دہلی 1941ء

(۱۵): قاضی اطہر مبارک پوری۔ خلافت راشدہ اور ہندوستان صفحہ 26 سکھر سندھ 1986ء

تنقیحی تبصرہ

ھند کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں کچھ کہنا محض اندازوں کی بنیاد پر ہوگا کہ جس کو سَند نہیں بنایا جاسکتا تاہم آریہ قوم کی آمد سے ہند (سندھ) کی تاریخ کا باب ضرور کھلا ہے اس وقت سے ھندومذہب کی تاریخ کا بھی پتہ چلتا ہے۔ عموماً یہی تاثر دیا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند حضرت حام کی نسل ہی نے اس خطہ کو آباد کیا لیکن یہ کہنا بظاہر درست معلوم نہیں ہوتا کہ حام کے فرزند ھند اور سندھ تھے کہ جن کے ناموں یہ خطہ ان سے منسوب ہوا کیونکہ ہمارے پاس قدیم ترین حوالوں میں بائبل نمایاں ہے اور بائبل کی مشہور کتاب تورات میں حام کی اولاد میں جو نام گنوائے گئے ہیں ان میں کوش، مصر، لوط اور کنعان ہیں (١٦) ان میں کہیں بھی سندھ یا ھند کا تذکرہ نہیں۔ لہذا یہی رائے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے کہ آریہ جب اس علاقے میں آئے تو انہوں نے اس کا نام سندھو رکھا کیونکہ ان کی زبان میں بڑے دریا کو سندھو کہتے تھے بعد میں یہ لفظ سندھ بن گیا جو آج تک موجود ہے تاہم سندھ اور ھند قدیم زمانے میں ایک ہی

---

(١٦) : تورات باب 10 فقرہ 6 پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور 1989ء

خطہ کے دو نام تھے۔ پرانی فارسی اور سنسکرت میں ''س'' اور 'ہ' آپس میں تبادلہ کیا کرتے ہیں پس لفظ سند لہجے کی وجہ سے تبدیل ہو کر ھند ہو گیا (۱۷) اگرچہ فی الحال سندھ اور ھند الگ الگ علاقے ہیں نیز قدیم زمانہ میں سندھ کے حدود مختلف زمانوں میں مختلف رہے یعنی سندھ کے حاکموں کا قبضہ جہاں تک رہا سب سندھ کہا جاتا تھا۔ راجہ داھر جو سندھ کا آخری ھندو مہاراجہ تھا اس کے عہد میں جب عربوں نے یہاں حملہ کیا تو بقول ندوی سندھ کی حدود یہ تھیں:

''شمال میں دریائے جہلم کا منبع جس میں کشمیر کے نشیبی اضلاع شامل تھے اور کوہِ کابل کا سلسلہ اس کی حد بندی کرتا تھا پھر شمال مغرب تک دریائے ھلمند پر جاکر وہ ختم ہوتا اور جنوب مغرب میں ایران اور سندھ کی سرحد اس مقام پر تھی جہاں ساحل کے سامنے مکران کا جزیرہ منشور واقع ہے جنوب کے طرف بحیرہ عرب اور جنوب مشرق میں خلیج کچھ، مشرق میں راجپوتانہ اور جیسلمیر کی سرحدیں آکر ملتی تھیں غرض اس وقت تمام شمال مغربی صوبہ پنجاب کا علاقہ 'افغانستان کا وہ علاقہ جو دریائے ھلمند تک ہے سارا بلوچستان موجودہ مع کچھ 'علاقہ جودھ پور کی سرحد تک کا نام صوبہ سندھ تھا'' (۱۸)

(۱۷) (i) : سید سلیمان ندوی۔ عرب و ہند کے تعلقات صفحہ 12 الہ آباد 1930ء

(ii) امولیہ رنجن مہاپترہ۔ فلسفہ مذاہب صفحہ 156۔ لاہور 1998ء

(۱۸) : سید سلیمان ندوی۔ تاریخ سندھ حصہ اول صفحہ 2 مطبوعہ 1947ء

باب دوم

اسلام۔ ھند کی طرف

۱) سندھ اور اسلام

۲) سندھ سے متعلق احادیث

۳) سندھ۔ عہد صحابہؓ میں

۴) سندھ اور اہل بیت

۵) سندھ کے عرب مسلمان گورنرز

۶) دیبل۔

عموماً یہی سمجھا جاتا ہے کہ محمد بن قاسم 92ھ کو سندھ میں اسلام لایا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ 15ھ کو حضرت عمرؓ کے دور میں یہاں اسلام پہنچا (۱) اگرچہ انہیں میں سے کچھ لکھنے والوں نے یہی تاثر دیا کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں سندھ پر کوئی مستقل فوج کشی نہیں ہونے پائی (۲) مگر بظاہر یہ بحث بے معنی معلوم ہوتی ہے کہ ھند میں اسلام حضرت عمرؓ کے دور میں آیا کیونکہ جب ہم دینِ اسلام پر بحث کرتے ہیں تو اس سے مراد صرف شریعت محمدیہ نہیں ہوتی بلکہ خدا کا پسندیدہ وہ دین ہوتا ہے کہ جس کے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام قرار پائے۔ پس تمام انبیاء و مرسلین کا دین اسلام ہی تھا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل سندھ کی سرزمین پر تعلیماتِ اسلام کو فروغ دینے کا سہرا کس کے سر ہے؟ کچھ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا البتہ بعض روایات

---

(۱) : i) علی بن حامد چچنامہ۔ صفحہ 72۔ دہلی 1939ء

(ii) سید سلیمان ندوی۔ عرب و ہند کے تعلقات۔ صفحہ 14۔ الہ آباد 1930ء

(iii) ڈاکٹر تاراچند۔ تمدن ہند پر اسلامی اثرات صفحہ 56۔ لاہور 1964ء

(iv) سید ابو ظفر ندوی۔ مختصر تاریخ ہند۔ صفحہ 33۔ اعظم گڑھ 1938ء

(v) دارالمصنفین۔ ہندوستان عربوں کی نظر میں' جلد اول۔ صفحہ 73۔ اعظم گڑھ 1960ء

(۲): عبدالحلیم شرر۔ تاریخ اسلام جلد اول صفحہ 439 جامعہ عثمانیہ حیدر آباد 1925ء

سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی بارہ شاگردوں میں سے ایک حواری توما نے فلسطین سے ھند کی طرف سفر کیا اور یہاں تعلیماتِ عیسوی کو فروغ دیا (۳) اصل بحث یہ ہے کہ سندھ (ھند) میں شریعت محمدیہ کب پہنچی؟ اگرچہ بعض مورخین کے مطابق رسول اللہؐ کے دور ہی میں سندھ شریعت محمدیہ سے متعارف ہوا لیکن ان روایات پر اعتبار کرنا مشکل ہے۔

سندھ سے متعلق احادیث

صحاح ستہ میں سے نسائی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ ھند (سندھ) میں مسلمان جہاد کریں گے تو اگر وہ جہاد میرے سامنے ہوا تو میں اپنی جان اور اپنا مال اس میں خرچ کروں گا اگر مارا جاؤں گا تو سب سے ممتاز شہیدوں میں داخل ہوں گا اور جو زندہ رہوں گا تو میں وہ ابوہریرہ ہوں گا جو جہنم کے عذاب سے آزاد کردیا گیا ہے (۴) حضرت ثوبانؓ نے بھی رسول اللہؐ سے روایت نقل کی ہے کہ

(۳): i) ولیم بارکلے۔ یسوعؑ کے حواری۔ صفحہ 61۔ مترجم فادر رفائیل۔ کراچی 1990ء

(ii) ایف ایس خیر اللہ۔ قاموس الکتاب۔ صفحہ 269۔ طبع پنجم لاہور 1993ء

(۴): ابو عبدالرحمن احمد نسائی۔ سنن نسائی جلد دوم صفحہ 270 مکتبہ ایوبیہ کراچی

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میری امت میں دو گروہ ہوں گے اللہ بچادے گا انکو دوزخ سے ایک ان میں سے جہاد کرے گا ھند (سندھ) میں اور دوسرا حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ (۵) اگرچہ رسول اللہؐ کا یہ قول بھی ملتا ہے کہ مجھے ھند (سندھ) کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے مگر یہ تمام روایات فنِ حدیث کے لحاظ سے بہت کم درجہ ہیں۔ (۶)

سندھ عہد صحابہ میں

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانے میں 15ھ کو عثمان بن ابی العاص ثقفی بحرین اور عمان کا گورنر مقرر کیا گیا اسکے حکم سے حکم بن ابی العاص نے بروص (بھروچ) پر فوج کشی کی اور مغیرہ بن ابی العاص کے لشکر نے دیبل کا سفر کیا (۷) یہ عربوں کا ھند پر باقاعدہ پہلا حملہ شمار کیا جاتا ہے (۸) اس وقت یہاں چچ بن سیلائج کی حکومت تھی (۹) اس طرح سندھ کا ایک حصہ مسلمانوں کے زیر اثر آیا۔ مزید فتوحات کے لئے حضرت عثمانؓ کے دور حکومت میں 25ھ کو حکیم

---

(۵): احمد نسائی۔ سنن نسائی جلد دوم صفحہ 270 مترجم وحید الزماں مکتبہ ادبیہ کراچی

(۶): سید سلیمان ندوی۔ عرب وہند کے تعلقات صفحہ 3۔ الہ آباد 1930ء

(۷): i) بلاذری۔ فتوح البلدان صفحہ 420 المکتبہ التجارتہ الکبریٰ مصر 1959ء

(ii) علی بن حامد کوفی۔ چچنامہ۔ صفحہ 72۔ مطبع لطیفی دھلی 1939ء

(۸): ہندوستان۔ عربوں کی نظر میں دارالمصنفین جلد اول صفحہ 73 اعظم گڑھ 1960ء

(۹): علی بن حامد کوفی۔ چچنامہ۔ صفحہ 72۔ دھلی 1939ء

(۱۰): سید ہاشمی فرید آبادی۔ تاریخ ہند جلد اول صفحہ 186 جامعہ عثمانیہ حیدر آباد 1939ء

بن جبلہ عبدی نے یہاں کارخ کیا (۱۰) لیکن مشکلات کے سبب تسخیرِ ھند کا منصوبہ ملتوی کر دیا گیا اور یہ لشکر سندھ پر حملہ نہ کر سکا (۱۱) پس حضرت علی کے دور میں حارث بن مرہ عبدی نے 39ھ کو سندھ پر حملہ کر کے ایک محدود فتح حاصل کی (۱۲) بقول بلاذری حارث بن مرہ عبدی کو 42ھ کو سندھ کے شہر قیقان میں قتل کر دیا جاتا ہے۔ حضرت معاویہ کے دور میں بھی ھند کی طرف لشکر مہلب بن ابی صفرہ کی سرداری میں 44ھ کو بھیجا گیا لیکن انہیں بری طرح شکست ہوئی۔ اسی دور میں دوسرا لشکر عبداللہ بن سوار لے کر آیا لیکن کوئی خاص پیش رفت نہ ہوئی۔ اس کے بعد بڑا لشکر بنی امیہ کے خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور میں سندھ کی طرف بڑھا کہ جس کا سپہ سالار مشہور جرنیل محمد بن قاسم تھا۔ محمد بن قاسم سے قبل مسلمان سندھ کی سرزمین پر اپنی کوئی باقاعدہ مضبوط حکومت بنانے میں کامیاب نہ ہو سکے البتہ اسلام سندھ میں پہنچ چکا تھا۔

---

(۱۱): انوار ہاشمی۔ تاریخ پاک و ہند صفحہ 4 کراچی 1970ء

(۱۲): i) بلاذری۔ فتوح البلدان صفحہ 421 المکتبہ التجاریہ الکبریٰ مصر 1959ء

ii) سید ابو ظفر ندوی۔ مختصر تاریخ ہند صفحہ 133 اعظم گڑھ 1938ء

سندھ اور اہل بیت نبویہ

بقول سلیمان ندوی کہ اسلام کے بعد عربوں اور مسلمانوں میں نسبی حیثیت سے بڑا درجہ سادات یعنی سیدوں کا ہے موجود سادات خاندانوں کا بہت بڑا حصہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین کی نسل سے ہے۔ حضرت امام زین العابدین کی والدہ عرب سے نہ تھیں ایرانی افراد کا دعویٰ ہے کہ وہ ایرانی تھیں اور خاندانِ شاہی سے تھیں مگر مورخوں میں سے بعض نے ان کو سندھ کی بتایا ہے۔ اگر یہ اخیر قول صحیح ہو تو اس کے ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ عرب واسلام کے سب سے شریف ومقدس خاندان کے پیدا کرنے میں ہندوستان کا بھی حصہّ ہے اور یہ کہنا بھی درست ہو گا کہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں مگر سادات آلِ زین العابدین علی ہمیشہ سے نیم ہندوستانی ہیں (۱۳) ابن قتیبہ نے حضرت امام زین العابدین کی والدہ کو سندھی لکھا ہے (۱۴) اس لحاظ سے سندھ اور اہل بیت نبویہ کا تعلق قدیم اور انتہائی گہرا رہا ہے۔

---

(۱۳): سید سلیمان ندوی۔ عرب وہند کے تعلقات صفحہ 4 الہ آباد 1930ء

(۱۴): ابن قتیبہ دینوری۔ المعارف صفحہ 94 بیروت 1970ء

سندھ کے عرب مسلمان گورنرز

بقول طبری 94ھ کو سندھ محمد بن قاسم نے فتح کیا (۱۵) اور سندھ کے پہلے باقاعدہ عامل (گورنر) کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھالی اس سے قبل کوئی عرب گورنر یہاں نہیں ہوا۔ محمد بن قاسم کے بعد حضرت عبداللہ شاہ غازی کی شہادت تک درج ذیل عامل (گورنرز) نامزد ہوئے:

i) یزید بن ابی کبشہ سکسکی

ii) عامر بن عبداللہ

iii) حبیب بن مہلب

iv) عمر بن مسلم باھلی

v) جنید بن عبدالرحمٰن الری

iv) تمیم بن زید عتبی

---

(۱۵): ابن جریر طبری۔ تاریخ الامم والملوک۔ الجزائر الخامس صفحہ 257 مصر 1939ء

vii) حکم بن عوانہ کلبی

viii) عمر بن محمد بن قاسم

ix) یزید بن عراری

x) منصور بن جمہور

xi) موسیٰ بن کعب تمیمی

xii) عیینہ بن موسیٰ تمیمی

xiii) عمر بن حفص بن عثمان

xiv) ھشام بن عمرو تغلبی

ھشام بن عمرو تغلبی سے پہلے مسلمان حکومت کو کمالِ استحکام حاصل نہ تھا اور یہی وقت ہے کہ جب سندھ صحیح معنی میں مسلم علاقہ شمار کیا جانے لگا(۱۶)

دیبل :

---

(۱۶): سید ہاشمی فرید آبادی۔ تاریخ ہند۔ جلد اول صفحہ 189 جامعہ عثمانیہ 1939ء

سندھ میں دیبل ہی وہ جگہ ہے جہاں سب سے پہلے عرب لشکر 15ھ کو مغیرہ بن ابی العاص کی سالاری میں حملہ آور ہوا اور پہلی صدی کے اختتام پر محمد بن قاسم نے باقاعدہ وسیع پیمانے پر اس جگہ کو حملہ کر کے اپنے زیر حکومت لیا۔ لہذا دیبل ہی ھند کا باب الاسلام خیال کیا جاتا ہے۔ دیبل کا محلِ وقوع متنازع رہا ہے۔ ایک گروہ جس میں سر آر ایف برٹن، سر ھنری پوٹنگر، سر اے برنس، ڈی لاروشیٹ، رینل، ڈبلیو ھملٹن اور فرشتہ شامل ہیں یہ خیال کرتا ہے کہ دیبل کا شہر ٹھٹھہ ہی ہے۔ دوسرا گروہ جو الفنسٹن، ایم رینالڈ اور نیتھل کروپر مشتمل ہے کہتا ہے کہ دیبل کا شہر کراچی اور ٹھٹھہ کے درمیان واقع ہے۔ الیٹ اور ڈاسن کراچی کو دیبل قرار دیتے ہیں۔ مورخین کا چوتھا گروہ جس میں قابل ذکر نام کننگھم، سر ولیم فوسٹر، کارج، و تھنگٹن اور میر معصوم بکھری ہیں اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ لاھری بندر کا پرانا نام دیبل ہے۔ میجر جنرل ھیگ کا خیال ہے کہ کاکر بکیرا دیبل ہے (۱۷) ایبٹ نے ٹھٹھہ کے قریب دیبل قرار دیا ہے (۱۸) بقول سید ہاشمی فرید آبادی کہ اکثر جدید اہل تحقیق سر ھنری الیٹ سے متفق ہیں کہ دیبل موجودہ کراچی کے متصل اسی پہاڑی پر آباد تھا جہاں آج کل قلعہ منوڑا واقع ہے (۱۹) سلیمان ندوی نے بھی کراچی

(۱۷): ڈاکٹر عبدالحمید خاں۔ دیبل صفحہ 3۔ رائل پاکستان نیوی

(۱۸): J. Abbot, Sind a re-Interpretation of the unhappy valley. Page 43 Bomboy University 1924.

(۱۹): سید ہاشمی فرید آبادی۔ تاریخ ہند جلد اول صفحہ 187 جامعہ عثمانیہ 1938ء

کو دیبل لکھا ہے۔(۲۰) کے ایس لعل کا کہنا بھی یہی ہے کہ جدید کراچی ہی کے قریب دیبل واقع تھا (۲۱) نیز اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کا کہنا بھی یہی ہے کہ دیبل پرانے زمانے میں ایک شہر تھا کہ جس کا محل وقوع شہر کراچی کے متصل یا شہر کراچی کا ایک جزو سمجھنا چاہیے۔(۲۲)

---

(۲۰): سید سلیمان ندوی۔ عرب وہند کے تعلقات صفحہ 7 الٰہ آباد 1930ء

(۲۱): K.S.Lal-Early muslims in India. Page 2, New Delhi 1984.

(۲۲): آئینہ حقیقت نما۔ جلد اول صفحہ 93 طبع اول 1920ء طبع ثالث نفیس اکیڈمی کراچی 1983ء

باب سوم

کراچی۔ قدیم و جدید کتب کے آئینے میں

کراچی کی تاریخ ہمیشہ ہی سے مبہم رہی ہے کہ جس کی وجہ سے بعض جدید اہلِ قلم تاریخِ کراچی زیادہ سے زیادہ دو سو سال قدیم بتاتے ہیں اور وہ بھی محض مچھیروں کی پسماندہ محدود بستی تک حالانکہ تاریخی کتب کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ کراچی کی تاریخ نہ صرف کئی سو سال پرانی ہے بلکہ یہ جگہ عوام و خواص کی دلچسپی کا سبب بھی رہی ہے چنانچہ سندھ کے قدیم صوفی بزرگ شاہ عبداللطیف بھٹائی متوفیٰ 1752ء کی شہرۂ آفاق کتاب "شاہ جو رسالو" میں کراچی کا تذکرہ ملتا ہے (۱) اس کے علاوہ میر علی شیر قانع ٹھٹوی متوفیٰ 1203ھ بھی کراچی کے کوھستانی علاقے کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"...... حالانکہ عجائبات کوھستان بے شمار ہیں لیکن ان حروف کا جامع

---

(۱) : i) بھٹائی۔ شاہ جو رسالو۔ سر گھاتو۔ صفحہ 311۔ سندھ تحقیقی بورڈ حیدر آباد 1991ء

ii) رسالہ شاہ عبداللطیف مترجم شیخ ایاز صفحہ 417 سر گھاتو۔ آزاد کمیونیکیشنز کراچی 1991ء

نمونے کے طور پر انبار کی ایک مٹھی پیش کرتا ہے تاکہ جس طرح

دوسری آبادیوں کے حالات بیان ہو چکے ہیں اسی طرح کوھستان کی کچھ

حقیقت بھی معلوم رہے......" (۲)

مذکورہ دونوں ہی اہلِ قلم تاریخی اور سندھ کے حوالے سے قدیم ہیں جبکہ بعض دیگر قدیم وجدید کتب میں یہ تحقیق بھی پیش کی گئی ہے کہ سکندر 325 قبل مسیح یونان سے ھند کے جس علاقے کروکالا آیا تھاوہ موجودہ کراچی ہی کا پرانا ایک نام ہے۔ پس اہل مغرب سے تعلق رکھنے والے ایم آرھیگ (Maj.Gen. M.R.HAIG) لکھتے ہیں کہ

"...Dr Vicent and Gen. Cunningham have identified krokala with kiamari"... (3)

الیگزینڈر بیلی(Alexander Baillie)رقم طراز ہے کہ

"...To Hamilton has been assigned by some writers the identification of Krokala with kurrachee"...(4)

---

(۲): ٹھٹوی۔ تحفۃ الکرام مترجم اختر رضوی صفحہ 779 سندھی ادبی بورڈ کراچی 1959۔

(3) : The Indus Delta Country. Page 14. Trubner and co. London, 1887.

(4) : Kurrachee- Page 20. Kent and Co. London 1890.

والٹر ھملٹن (Walter Hamilton) کراچی کو ایک بڑی بندرگاہ کے طور پر روشناس کراتے ہوئے لکھتا ہے کہ

..."The exports from corachie consist chiefly of ghee, hides, shark fins, saltpetre, potash, asafoetida, Tatta cloth, indigo, frankincense, with a few other gums, seeds and coarse cloths"...(5)

والٹر ھملٹن کے دور میں کراچی ضلع ٹھٹھہ کی حدود میں آتا تھا جیسا کہ خود وہ لکھتا ہے کہ

...Corachie a sea port town in the district of Tatta"...(6)

ای ایچ ایٹکن (E.H.Aitken) سکندر کی 325 قبل مسیح کروکالا آمد کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتا ہے کہ

..."Which was very probably Karachi Bay"...(7)

مینیک بی پیتھاوالا (Maneck B. Pithawalla) اپنی تحقیق میں لکھتا ہے کہ

---

(5) : The East India Gazetteer, Page 312, John Murry, London 1815.

(6) : The East India Gazetteer, Page 311, John Murry, London 1815.

(7) : Gazetteer of the Province of Sind, Page 86, First Edition 1907, Reprint Indus Publication Karachi 1986.

..."Krokala is another Greek name with which Kara-

chi is identified by some Scholars"...(8)

ڈاکٹر عظیم الشان حیدر اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے "کراچی کی تاریخ" میں لکھتے ہیں

کہ:

..."It may be observed that Krokala of the historians

of classical Greece was an island and their descrip-

tion of Nearchus voyage seems to respond to the

georaphical situation of Kimari"..(9)

ایس محمد رضا کا کہنا ہے کہ:

..."Historians have tried to identify Karachi with Ko-

railkal of 326 B.C.." (10)

---

(8) : An Introduction to Karachi, Page 13, Times Press Karachi 1950.

(9) : History of Karachi, Page 1, Published by auther 1974.

(10) : Karachi Encyclopedia, Vol.1, Page 17, Reference book centre Karachi 1969.

انیسویں صدی عیسوی کے وسط تک کراچی ایک بڑا ضلع کا درجہ حاصل کر چکا تھا جیسا

کہ اے ڈبلیو ھگس (A.W.Hughes) لکھتا ہے کہ:

"Karachi collectorate a large district of the pro- (11)

vince of Sind".

اگرچہ مذکورہ تمام تر آراء کی روشنی میں یہ دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا کہ کراچی قبلِ مسیح بھی بڑی اہمیت کا حامل تھا مگر یہ آراء و نظریات اس قول کو مشکوک بنانے کے لئے کافی ہیں کہ کراچی کی تاریخ انگریز حکومت سے شروع ہوتی ہے کہ جب نیپئر نے اس کو 1843ء کو سندھ کا دارالحکومت بنایا کیونکہ کراچی پر تبصرہ انگریز حکومت کے قیام سے پہلے کی کتب میں بھی موجود ہے جیسا کہ ہم نقل کر آئے ہیں البتہ کراچی کے بارے میں تاریخ 1555ء تک بھول بھلیوں کی نظر ضرور رہی ہے جیسا کہ بعض انگریز مورخین بھی تسلیم کرتے ہیں پس الیگزینڈر بیلی (Alexander Baillie) بھی کہتا ہے کہ

"From B.C. 326 to A.D. 1555 is a long period but

---

(11) : Gazetteer of the Province of Sind, Page 331, 1st Edition 1876. Reprint Indus Publication Karachi 1996.

during all those years there is very little information

to be obtained in relation to that part of Sindh, in

which Kurrachee is situated"...(12)

تاہم منیک پیتھاوالا (Maneck Pithawala) اور مارٹن (Martin) اہلِ عرب

کی سندھ آمد کے حوالے سے کراچی کو زیر قلم ضرور لاتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

..."When the Arabs, under Mohammad bin Kassim

came to Sind they actvally used the road

leading to Karachi from Las Bela via Mangho pir

across the river Hab"...(13)

سید سلیمان ندوی نے "عرب و ھند کے تعلقات مطبوعہ الہ آباد 1930 اور سید ہاشمی

فرید آبادی نے "تاریخ ھند جلد اوّل مطبوعہ جامعہ عثمانیہ 1939ء" میں دیبل کراچی

ہی کو قرار دیا ہے جیسا کہ اس مقالے کے باب دوّم میں ہم تبصرہ کر چکے ہیں۔

حقیقتِ حال کچھ بھی ہو لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا قیامِ پاکستان سے پہلے کی

---

(12) : Kurrachee, Page 19. Kent and Co, London 1890.

(13) : Geology and Geography of Karachi and its Neighbourhood page 41, Part II, Victoria Road Karachi 1946.

قریباً تمام ہی کتب میں کراچی پر تبصرہ کرتے ہوئے یہی عندیہ دیا جاتا رہا ہے کہ یہ علاقہ کئی سو سال قبل بھی قابلِ توجہ رہا ہے جیسا کہ قیامِ پاکستان سے قبل شائع ہونے والی کتب کے حوالے سے ہم نقل کر چکے ہیں۔ البتہ پاکستان بننے کے بعد کے اہلِ قلم نے واضح تضاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زمانہ کی بدلتی ہوئی رفتار کے ساتھ ساتھ کراچی کی حدود اور آبادی پر بھی گہرے اثرات پڑے جیسا کہ دنیا بھر کے تمام علاقوں کے ساتھ ہوا اور کراچی کے نام بھی اپنے تلفظ اور بناوٹ کے اعتبار سے اپنی کوئی مستقل شکل نہ رکھ سکا چنانچہ قریباً تین سو برس پہلے اس علاقے کو کلاچی کہتے تھے جیسا کہ بھٹائی متوفّٰی 1752 کے رسالے سے ظاہر ہوتا ہے اور انگریز اہلِ قلم افراد نے بھی اس علاقے کا نام مختلف انداز سے لکھا ہے چنانچہ ہمیں درج ذیل طریقوں سے یہ نام لکھا ہوا نظر آتا ہے:

Corachie (i

Kurrachee (ii

Karachi (iii

آخر الذکر تلفظ ہی فی الحال رائج ہے تاہم خدا کی وحدانیت پر تمام بنی نوع انسان متفق نہیں تو پھر کراچی کی تاریخ اور اس کے نام پر کس طرح اتفاق کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے؟

تاہم اس علاقے کو قدیم زمانہ میں علج بھی کہا گیا ہے جیسا کہ عمدۃ الطالب سے ظاہر ہوتا ہے (۱۴) نیز منتخب التواریخ میں بھی یہی نام اپنایا گیا ہے۔ (۱۵) انگریز پولیٹیکل ایجنٹ مسٹر ای ٹی ایسٹ وک نے 1839ء کو جو سفر کیا اس نے واضح طور پر یہی تاثر دیا کہ سندھ میں کراچی سب سے زیادہ فرحت انگیز مقام ہے (۱٦)

---

(۱۴): جمال الدین احمد (ابن عنبہ) عمدۃ الطالب صفحہ 105۔ قم 1380ھ

(۱۵): محمد ہاشم خراسانی۔ منتخب التواریخ صفحہ 202۔ چاپ سوم کتابفروشی اسلامیہ تہران۔ ایران۔

(۱٦): عبرت کدہ سندھ (اردو ترجمہ ڈرنی لیوز فرم ینگ اہجیٹ) صفحہ 223 طبع دوم نفیس اکیڈمی کراچی 1967ء

باب چہارم

تصوّف ۔ ایک اجمالی جائزہ

اہلِ اسلام میں ابتدا ہی سے تصوف معرکۃ الآراء مسئلہ رہا ہے یہ اپنی ماہیت کے اعتبار سے اختلافی موضوع تو ہے ہی ساتھ ساتھ اس کی وجہ تسمیہ بھی مختلف نظریات کی نذر ہو گئی عموماً اہلِ لغت درجِ ذیل اقوال نقل کرتے ہیں:

۱) قیل سموبذلک لاستعمالھم لبس الصوف (۱)

۲) والصوفی قیل منسوب الی لبسہ الصوف و قیل منسوب الی الصوفۃ الذین کانوا یخدمون الکعبۃ لاشتغالھم بالعبادۃ و قیل منسوب الی الصوفان الذی ھو لاقتصادھم واقتصارھم فی الطعم علیٰ مایجری مجری الصوفان فی قلۃ الغناء فی الغذا (۲)

۳) قیل نسبۃ الی صوفۃ بن بشر بن ادّبن طاغہ (۳)

۴) الی اھل الصفۃ فیقال مکان الصفیہ (۴)

۵) تصوف یونانی لفظ سے ماخوذ ہے کہ جس کے معنی حکمت کے ہیں۔ (۵)

۶) صف سے مشتق ہے یعنی صف اول میں نماز پڑھنے والے اگرچہ یہ قول انتہائی

(۱): شیخ فخر الدین طریحی۔ مجمع البحرین۔ الجزء الخامس صفحہ 83 کتاب الفاء مطبوعہ تہران
(۲): راغب اصفہانی۔ مفردات صفحہ 499 کتاب الصاد مطبوعہ الدار الشامیہ 1994ء
(۳): ابن تیمیہ۔ مجموع فتاویٰ جلد 11 صفحہ 6 طبع بامر فہد بن عبدالعزیز 1398ھ
(۴): سید محمد مرتضیٰ زبیدی۔ تاج العروس الجزء 24 صفحہ 42۔ دار الہدایہ بیروت 1987ء
(۵): سید ابوالحسن ندوی۔ تزکیہ واحسان یا تصوف و سلوک صفحہ 14 مجلس نشریات اسلام کراچی

شاذ ہے۔

اوّل الذکر قول ہی کو شہرت حاصل ہے نیز یہ لفظ عوام الناس میں کب مقبول ہوا؟ یقین کے ساتھ کچھ کہنا بظاہر مشکل نظر آتا ہے البتہ مختلف نظریات مشہور ہیں۔

۱) اسلام سے پہلے ایک بار مکہ بالکل خالی ہو گیا تھا یہاں تک کہ بیت اللہ کا طواف کرنے والا کوئی نہ تھا دور دراز سے ایک صوفی آتا اور بیت اللہ کا طواف کر کے واپس چلا جاتا اگر یہ واقعہ درست ہے تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ نام لوگوں کو اسلام سے پہلے بھی معلوم تھا اور صاحبِ فضیلت اور صالح لوگ اسی نام سے موصوف ہوتے تھے۔ (۶)

۲) بقولے امام قشیری کہ اسلام میں تصوف کی اصطلاح دوسری صدی ہجری سے پہلے رائج ہوئی۔ (۷)

---

(۶): ابو نصر طوسی سراج۔ کتاب اللمع مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن صفحہ 57۔ ادارہ تحقیقات اسلامی 1986ء

(۷): رسالہ قشیریہ مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن صفحہ 21 ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد 1970ء

۳) پہلا شخص جو صوفی کے لفظ سے مشہور ہوا ابو ھاشم عثمان بن شریک تھا اور صوفیوں کی پہلی خانقاہ 140ھ کو رملہ (فلسطین) کے قریب قائم ہوئی۔ ابو ہاشم کوفہ کا رہنے والا تھا وہاں سے وہ رملہ آگیا تھا۔ (۸)

۴) صوفی کا لفظ اسلام میں جابر بن حیان نے استعمال کیا (۹)

۵) تزکیہ کا نام تصوف قرار پایا۔ (۱۰)

vi)...In Shaykh al-junayd sufi mystical theology reached full maturity as well as a systematic uinity. Though this religious leader went far in adopting plotinus's theory, his orthodoxy was never questioned...(11)

vii)...The first notable Islamic philosopher in

---

(۸): غلام احمد پرویز۔ تصوف کی حقیقت صفحہ 72 طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور 1992ء

(۹): محمد یحیٰ گوندلوی۔ دین تصوف صفحہ 18 جامعہ تعلیم القرآن والحدیث سیالکوٹ 1986ء

(۱۰): ابوالحسن ندوی۔ تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک صفحہ 24 مجلس نشریات اسلام کراچی

(11) : MIRCEA ELIADE, The Encyclopedia of Religion Page 257 vol.10, New York 1987.

whom one observes direct intrest in Sufism is al-Farabi, who was in fact a practising Sufi..(12)

viii)...The name "Sufi" did not exist in the time of the prophet but the reality did...(13)

بہر کیف حقیقت حال کچھ بھی ہو ایک جماعت تصوف کا قصیدہ پڑھتی نظر آتی ہے تو دوسری جماعت اس کو یہودیوں کے نظریات' عیسائی افراد کے عندیات' ہندوؤں کی خرافات اور جوگیوں کی ریاضیات کا ملغوبہ قرار دیتی ہے۔ تصوف اور صوفیاء پر فروعات کے اعتبار سے تو اعتراضات بکثرت ہیں لیکن اصولی نقطہ نظر سے انہیں درج ذیل شقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱) تصوف کے مخالفین افراد نے اس کو اہلِ بیت رسول کے خلاف سازش قرار دیا تاکہ خانوادۂ نبوت سے عوام کا روحانی تعلق ختم کرایا جا سکے پس تصوف کو حکومتِ بنی

(12) : S. HOSSEIN NASR. Routledge History, vol. 1. Page 368, London 1996.

(13) : William Stoddart, Sufism, Page 54, London 1976.

امیہ وبنی عباس کی طرف سے سازش گردانا گیا۔(۱۴)

۲) تصوف کو مبنی بر رہبانیت قرار دے کر خارج از اسلام کر دیا گیا۔

۳) اہل تصوف نے انا الحق کا نعرہ بھی لگایا کہ خدا ہم میں حلول کر گیا ہے۔

۴) اہل تصوف وحدت الوجود کے قائل ہوئے اور ابن عربی متوفّی 638ھ کو اس نظریہ کا خالق سمجھا جاتا ہے۔ اسی بنیادی پر ہمہ اوست کا پرچار کیا گیا کہ جس کے جواب میں وحدت الشہود کا نظریہ ھمہ از اوست آگے بڑھا اور شیخ علاء الدین صمنانی متوفّی 736ھ کو اس نظریہ کا خالق کہا جاتا ہے کہ جس کی شہرت ھند میں شیخ احمد سرھندی کے ذریعہ عام ہوئی۔

۵) اہل تصوف نے اپنے آپ کو تکالیف شرعیہ مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سے

---

(۱۴): i) احمد اردبیلی۔ حدیقۃ الشیعہ۔ مترجم علی حسن اختر صفحہ 141 محفوظ بک ایجنسی کراچی 1402ھ

ii) شیخ محمد حسین نجفی۔ اصلاح الرسوم الظاہرہ صفحہ 303 مطبوعہ خانیوال 1992ء

بری الذمہ قرار دیا جو کہ اسلامی تعلیمات کے کھلم کھلا منافی ہے۔

ایک گروہ کا یہ اعتراض کہ حکومت بنی امیہ اور حکومت بنی عباس نے اہل بیت رسولؐ سے روحانی اقتدار چھیننے کے لئے عوام الناس میں تصوف متعارف کرایا بے معنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اکثر صوفیاء کے مختلف سلسلہ حضرت علیؓ پر منتہی ہوتے ہیں لہذا اگر یہ ان کی دشمنی کا نتیجہ ہوتے تو ہرگز ہرگز اپنا سلسلہ بیعت ان سے نہ جوڑتے اور جن قدیم روایات میں اہل بیت رسولؐ سے صوفیاء کی مذمت میں اقوال نقل ہوئے ہیں اس سے مراد ہو سکتا ہے کہ وہ گروہِ صوفیاء ہو کہ جنہوں نے تصوف کا نام نہاد جامہ پہن لیا تھا کہ جس کا آخری امام عبدک صوفی متوفیٰ 210ھ تھا جو کہ تارک اللحم بھی تھا (۱۵) نیز جہاں تک رہبانیت کا مسئلہ ہے تو وہ کسی شخص کا ذاتی نظریہ ہو سکتا ہے۔ اہل تصوف کا اجماع نہیں یہی وجہ ہے کہ صوفیہ کی ایک جماعت نے تو واضح طور پر کہا کہ کامل بندگانِ خدا کی روحانیت نکاح سے ترقی پذیر ہوتی ہے (۱۶) جبکہ رہبانیت مجرد رہنے اور دنیا سے قطع تعلق کا نام ہے اور اکثر صوفیا کہلائے جانے والے افراد مثلاً خواجہ نواز (اجمیر) اور عبدالقادر جیلانی (بغداد) نے خوشگوار ازدواجی زندگی گزاری اور صاحبِ

---

(۱۵): دائرہ معارف اسلامیہ جلد 6 صفحہ 419 مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی 1962ء 1962ء

(۱۶): عمر شہاب الدین سہروردی۔ عوارف المعارف صفحہ 121 مترجم حافظ سید رشید احمد ارشد مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

اولاد ہوئے البتہ یہ حقیقت ہے کہ یہ دنیا کی رعنائیوں میں محو نہیں ہوتے اور دنیا میں اس طرح رہتے ہیں کہ جیسے مرغابی پانی میں رہتے ہوئے بھی گیلی نہیں ہوتی اسی لئے کہا گیا کہ

"......وہ آخرت کے لئے دنیا لیتے ہیں مزے اڑانے کو نہیں لیتے......" (۱۷)

منصور حلاّج جیسے بعض تصوف کا لبادہ اوڑھنے والوں کے بارے میں یہ تاثر دیا جاتا رہا ہے کہ انہوں نے انا الحق کا نعرہ لگا کر توحید کو زخمی کیا اور مسئلہ حلول کو فروغ دیا۔ قطعِ نظر اس سلسلے میں جنم لینے والے نظریات و فلسفہ کے یہ کسی شخص کی ذاتی رائے ہو سکتی ہے تصوف کا عنصر نہیں یہی وجہ ہے کہ اہل تصوف ہی کی ایک جماعت مسئلہ حلول کو خارج از اسلام سمجھتی ہے چنانچہ تصوف ہی سے وابستہ افراد کا کہنا ہے کہ

"......یہ عقیدہ عیسائیوں کے عقیدۂ لاہوت اور ناسوت سے اخذ کیا ہے" (۱۸)

نیز اگر انا الحق سے مراد یہ لیا جائے کہ "میں خدا ہوں" تو یقیناً یہ نظریہ اسلام سے باہر کر دیتا ہے مگر اس سے مراد یہ لی جائے کہ میں نے اپنے آپ کو پہچانا ہے تو رب کی شناسائی ہوئی تو یہ پختہ ایمان کے لئے احسن نظریہ ہے کیونکہ اہل بصیرت کا قول مشہور

(۱۷): عبدالقادر جیلانی۔ الفتح الربانی صفحہ 205 مترجم ثناء اللہ ندوی مطبوعہ لاہور 1962ء

(۱۸): عمر شہاب الدین سہروردی۔ عوارف المعارف صفحہ 120 مترجم رشید احمد لاہور 1962ء

ہے کہ

''من عرف نفسہ فقد عرف ربہ''

منصور حلاّج کے ''انا الحق'' پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب منصور حلاّج نے انا الحق کہا تھا تو بقولے ڈاکٹر اقبال متوفّی 1938ء اس سے ''ھمہ اوست'' کا گناہ سرزد نہیں ہوا تھا حلاج پر ''ہمہ اوست'' کا اسرار منکشف ہوا تھا اور اس نے حقیقت کے لازوال پیرائے میں عظیم تر انسانی الغو کی بقاء کا دلیرانہ اثبات کیا تھا (۱۹) نیز اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ لفظ حق کا استعمال مختلف طریقوں سے ہوا ہے اور ہر وہ چیز جو مقتضائے حکمت کے مطابق پیدا کی گئی ہو اسے بھی ''حق'' کہا جاتا ہے چونکہ انسان اللہ کی تخلیق کا شاہکار نمونہ ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ بعض افراد نے اپنے لئے حق کا استعمال انہیں معنی میں کیا ہو۔

وحدت الوجود اور اس کا ردّ عمل وحدت الشہود جیسے نظریات چھٹی صدی ہجری سے قبل نہیں تھے حالانکہ تصوف کا سلسلہ اس سے زیادہ قدیم ہے۔ پس ان نظریات کی وجہ سے لعن طعن مناسب نہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانی، شبلی بغدادی، رابعہ

(۱۹): ڈاکٹر محمد اجمل۔ نفسی طریق علاج میں مسلمانوں کا حصہ مترجم شہزاد احمد صفحہ 41 لاہور 1988ء

بصری جیسی شخصیات کے یہاں اس قسم کے نظریات نہیں ملتے۔ بعض تصوف کا راستہ اپنانے والوں نے جہاں اپنے آپ کو صوفیاء کی فہرست میں شامل کرایا وہاں انہوں نے اپنے آپ کو تکالیف شرعیہ نماز وغیرہ سے بری الذمہ قرار دے دیا۔ حالانکہ سہروردی متوفّٰی 632ھ نے واضح طور پر ان افراد کی مذمت کی ہے چنانچہ مشہور صوفی بزرگ شہاب الدین سہروردی لکھتے ہیں کہ :

" ان کا صوفیت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ دھوکے اور غلطی میں مبتلا ہو کر ان کا لباس اختیار کیئے ہوئے ہیں اس کے ذریعہ کبھی وہ اپنے آپ کو بچاتے ہیں اور کبھی بلند آہنگ دعوے کرتے ہیں اور آزاد اور رندوں کے مسلک پر گامزن ہوتے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے ضمیر' خدا کے پاس پہنچ کر خالص ہو گئے ہیں اور اپنے مقصد پر پہنچ گئے ہیں لہذا شرعی رسومات کی پابندی کرنا عوام اور ان لوگوں کا کام ہے جو کہ کوتاہ عقل ہیں اور تقلید واقتداء کی تنگ گھاٹی میں پڑے ہوئے ہیں یہ سراسر الحاد اور بے دینی ہے کیونکہ وہ حقیقت جو شریعت کے خلاف ہو بے دینی اور جہالت ہے یہ فریب خوردہ حضرات اس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ شریعت حقِ بندگی ہے اور بندگی کی

اصل حقیقت ہے لہذا جو اہل حقیقت بننا چاہے وہ ضرور حقوقِ بندگی میں جکڑا ہو گا" (۲۰)

بقولے مشہور صوفی قشیری کہ تصوف کی بناء آدابِ شریعت کی حفاظت اور حرام سے اجتناب پر ہے (۲۱) یہی وجہ ہے کہ بقولے مولانا اشرف علی تھانوی 'اہل تصوف کے طریق کا بڑا مدار اصلاحِ قلب پر ہے۔ (۲۲) نیز صوفیاء کرام کے رباط میں رہنا نہایت عمدہ طریق ہے اسی بناء پر اکثر عارف لوگ لوگوں کے درمیان رہتے ہیں تاکہ لوگوں کو ان سے فائدہ ہو۔ (۲۳)

الغرض ہمارا اصل موضوع یہ نہیں کہ تصوف کا لفظ کب مستعمل ہوا؟ سلسلہ صوفیاء کب چلا؟ اور اس کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟ لیکن اگر احکامِ شریعت ہی کا نام تصوف ہے تو اس مفہوم میں ہر نبی اور رسول کو بھی صوفی کہنا ہو گا اور اگر اس سے مراد اپنی بنائی ہوئی شریعت پر عمل کرنا ہے تو اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ جس طرح سے بعض افراد زنانہ لباس اور زیور پہن کر تصوف کا پرچار کرتے ہیں (۲۴) بقول ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی کہ رسول اکرمؐ' صحابہ اور تابعین کی زندگی میں صفائے قلب' سادگی' نیکی' فقر و قناعت' استغناء و توکل' ایثار عبادت و ریاضت' ذکر و فکر کے بعض آثار موجود

---

(۲۰): عمر شہاب الدین سہروردی۔ عوارف المعارف مترجم رشید احمد صفحہ 119 لاہور 1962ء

(۲۱): عبدالکریم قشیری۔ رسالہ قشیریہ صفحہ 650 مترجم ڈاکٹر پیر محمد [illegible] اسلام آباد 1970ء

(۲۲): مجموعہ مضامین بعنوان التکشف عن مہمات التصوف صفحہ [illegible] حیدر آباد آندھرا

(۲۳): امام غزالی۔ ریاض السالکین صفحہ 43 مطبوعہ لاہور 1924ء

(۲۴): شاہ ولی اللہ۔ التفہیمات الالٰہیہ الجزالاول صفحہ 152-1 اکادمیہ الشاہ ولی اللہ 1970ء

ہیں جنہیں اسلامی تصوف کی بنیاد قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اصطلاحی معنی میں یہ صوفی نہ تھے (۲۵) جبکہ مشہور زمانہ صحیح بخاری کے اردو مترجم علامہ وحید الزماں نے واضح طور پر لکھا ہے کہ

"تصوف کے معنی یہ لیئے جائیں کہ ہر کام پر اللہ پر بھروسہ رکھنا اور شریعت کی پیروی کرنا تو اس معنی میں خود حضور اکرمؐ اور تمام صحابہ واہل بیت صوفی تھی اور یہی صحیح تصوف ہے" (۲۶)

اور امام محمد باقر متوفیٰؒ 114ھ کی جانب قول مشہور ہے کہ تصوف نیک خوئی کا نام ہے جتنا کوئی شخص نیک خوئی میں بڑھا ہوا ہوگا اتنا ہی تصوف میں بڑھ کر ہوگا (۲۷) نیز شیخ یحیٰ بن معاذ متوفیٰؒ 206ھ کی تصوف پر پہلی کتاب "کتاب المریدین" شمار کی جاتی ہے (۲۸)

---

(۲۵): اقبال اور مسلک تصوف صفحہ 35 اقبال اکادمی پاکستان لاہور 1977ء

(۲۶): لغات الحدیث جلد 3 صفحہ 114 کتاب الصاد نور محمد کتب خانہ کراچی اشاعت قدیم

(۲۷): سید علی ہجویری۔ کشف المحجوب صفحہ 88 مترجم میاں طفیل محمد لاہور 1988ء

(۲۸): الفہرست لابن ندیم صفحہ 260 مطبعۃ الرحمانیہ مصر 1348ھ

باب پنجم

عبداللہ شاہ غازی۔ تاریخی جائزہ

۱) ولادت

۲) نام وکنیت ولقب

۳) سلسلہ نسب

۴) پرورش

۵) حکومت بنی عباس اور آل رسولؐ

٦) منصور دوانیقی کا دور حکومت

۷) بنی فاطمہ اور سیاسی جدوجہد

۸) نفس زکیہ کا خروج

۹) نفس زکیہ اور آئمہ عصر

۱۰) منصور اور نفس زکیہ کے پسماندگان

۱۱) شاہ غازی کی سندھ آمد

شجرہ نسب

حضرت علیؓ سنہ 40ھ

حضرت امام حسنؓ سنہ 50ھ | حضرت امام حسینؓ سنہ 61ھ

حسن مثنیٰ سنہ 117ھ | فاطمہ صغریٰ

عبداللہ محض

محمد نفس زکیہ سنہ 145ھ

عبداللہ شاہ غازی سنہ 769ء

سنہ 151ھ

"......GHAZI BABA IS EIGHTY-CENTURY WHICH WOULD BE VERY VERY EARLY FOR A MUSLIM SAINT........"

PETER MAYNE
LONDON

حضرت عبداللہ شاہ غازی کب پیدا ہوئے؟ بعض دیگر تاریخی شخصیات کی طرح انکی ولادت پر بھی اہلِ قلم متفق الرائے نہیں پس اس مسئلہ پر دو گروہ کھل کر سامنے آئے۔ ایک گروہ نے یہ نظریہ دیا کہ آپ 98ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے (۱) جبکہ دوسرے گروہ نے یہ رائے قائم کی کہ آپ 108ھ کو بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔ (۲) تاریخ کا بغور جائزہ لینے کے بعد مذکورہ دونوں ہی قول اشکال سے خالی نہیں کیونکہ اہلِ تاریخ نے عبداللہ شاہ غازی کے والد محمد نفس زکیہ کا سنِ ولادت 100ھ لکھا ہے بلکہ ابن عنبہ متوفیٰ 828ھ نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ

"ولد سنۃ مائۃ بلا خلاف...... (۳)

اور 145ھ کو مدینہ میں قتل کیے گئے۔ (۴) اس وقت ان کی عمر پینتالیس برس تھی (۵) پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ عبداللہ شاہ غازی 98ھ یا 108ھ کو پیدا ہوئے ہوں البتہ یہ بات ضرور قرینِ عقل نظر آتی ہے کہ دوسری صدی ھجری کے کم از کم دوسرے عشرے میں آپکی ولادت ہوئی ہو۔

۱): مفتی محمد طفیل ٹھٹوی۔ تحفۃ الزائرین صفحہ 144 مطبوعہ لجپت روڈ حیدر آباد 1998ء

(۲): عبدالقدوس ہاشمی۔ مختصر حالات حضرت سید عبداللہ علوی صفحہ 23 مطبوعہ کراچی 1382ھ

(۳): سید جمال الدین احمد (ابن عنبہ) عمدۃ الطالب صفحہ 104 مطبوعہ قم۔ ایران 1380ھ

(۴): آقا میر مصطفیٰ تفرشی۔ نقد الرجال صفحہ 315۔ مطبوعہ طہران 1318ھ

(۵): صحیفۂ کاملہ مترجم و حواشی مفتی جعفر حسین صفحہ 87 مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور سن اشاعت مرقوم نیست

نام وکنیت ولقب   آپ کا نام عبداللہ رکھا گیا جبکہ اپنے فرزند محمد کابلی کے حوالے سے کنیت ابو محمد پائی۔ مورخین نے شاہ غازی کو اشتر کے لقب سے یاد کیا ہے جو کہ اسم تفضیل ہے اور اَفعل کے وزن پر ہے۔ لقب اشتر کی دو وجہ بیان کی گئی ہیں:

۱) بچپن ہی سے آنکھوں کی پلکیں خلافِ معمول بوجھل سی تھیں اس لئے عبداللہ اشتر کے نام سے مشہور ہوئے کیونکہ اشتر ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے پپوٹے اس کی آنکھوں پر جھکے ہوں۔

۲) کسی سبب آپ کا نچلا ہونٹ زخمی ہو گیا تھا کہ جس کی وجہ سے عبداللہ اشتر کہلائے کیونکہ اشتر ایسے شخص کو بھی کہتے ہیں کہ جس کا نیچے کا ہونٹ کٹا ہوا ہو یا پھٹا ہوا ہو۔

اول الذکر قول اہلِ قلم نے اصحّ مانا ہے (٦) فی الحال آپ کو شاہ غازی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے کہ جس کا سبب یہی ہے کہ آپ اولادِ رسولؐ سے تھے اور برصغیر پاک وھند

---

(٦): عبدالقدوس ہاشمی۔ مختصر حالات حضرت سید عبداللہ علوی صفحہ 23۔ کراچی 1382ھ

میں اولادِ رسولؐ کے لیے شاہ کا لفظ مستعمل رہا ہے پس آپ شاہ کہلائے جبکہ غازی عربی زبان میں فاتح، لڑائی کرنے والے اور اسلام کے حامی کو کہتے ہیں کیونکہ آپ قلیل جماعت کے ساتھ منصور دوانیقی کے مسلّح اور کثیر تعداد لشکر سے بڑی بہادری سے لڑے اسلیئے اب تک آپ غازی بابا کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔

سلسلہ نسب

نواسہ رسولؐ حضرت امام حسنؓ کے فرزند حضرت حسن مثنیٰ کا نکاح حضرت امام حسینؓ کی دختر حضرت فاطمہ کبریٰ سے قرار پایا۔ حضرت حسن مثنیٰؒ کے بنابر مشہور تین فرزندان اور دو دختران تھیں جبکہ بقول ابن قتیبہ دینوری متوفّٰی 276ھ سات فرزندان تھے(۷)

۱) عبداللہ محض

(۷): ابن قتیبہ دینوری۔ المعارف صفحہ 93۔ مطبوعہ احیاء التراث بیروت 1390ھ

۲)ابراہیم

۳)حسن مثلث

۴)زینب

۵) کلثوم

۶)محمد

۷)جعفر

۸)محمد

۹)داؤد

حضرت عبداللہ شاہ غازی کے والد محمد نفس زکیہ حضرت عبداللہ محض ہی کے فرزند تھے۔اس طرح شاہ غازی پانچویں پشت حضرت علیؓ سے ملتے ہیں۔غازی بابا کی والدہ کا تعلق بھی سادات گھرانے سے تھا کہ جن کا نام سلمہ بنت محمد بن حسن بن حضرت امام حسنؓ تحریر کیا جاتا ہے (۸) اگرچہ اس سلسلے میں دیگر آراء بھی موجود

ہیں۔

پرورش

جس زمانے میں آپ کی ولادت ہوئی وہ سیاسی لحاظ سے انتہائی اہمیت کا حامل تھا کیونکہ بنی امیہ کی حکومت اپنے آخری ایاّم گذار رہی تھی اور بنی عباس اقتدار کے لیے کوشاں تھی لہذا اصحابِ علم کو سیاسی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر علم کی نشر واشاعت کا خاص موقع فراہم ہوا اور مدینہ منورہ ایک بار پھر علم کا مرکز بن گیا چونکہ شاہ غازی کی زندگی کے ابتدائی سال مدینے ہی میں گزرے اس لئے آپ کو تحصیل علم کے لئے در در کی ٹھوکریں نہیں کھانی پڑیں اور ویسے بھی آپ کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمی خاندان سے تھا جو آج بھی دنیا بھر میں علم و عمل کا سرچشمہ کہلایا جاتا ہے۔لہذا اگر یوں کہا جائے کہ آپ نے علم کے گھوارے میں پرورش پائی تو بے جانہ ہوگا۔ آپ کی پرورش آپ کے والد محمد نفس زکیہ اور دادا عبداللہ محض کے زیر سایہ

(۸): حاشیہ عمدۃالطالب صفحہ 105 محشی محمد صادق طباطبائی مطبوعہ قم 1380ھ

ہوئی۔ آپ کی تعلیم وتربیت میں حضرت امام جعفر صادقؑ اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کا بھی دخل تھا۔ یہ ان برگزیدہ شخصیات کی تربیت ہی کا نتیجہ تھا کہ آپ کا شمار مدینہ منورہ کے جید علماء اور تبع تابعین میں ہوتا ہے۔(۹)

حکومت بنی عباس اور آلِ رسولؐ

خلافت بنی امیہ 132ھ کو اپنے انجام کو پہنچی اور بنی عباس کی حکومت قائم ہوئی۔ بنی عباس نے اقتدار حاصل کرنے کے لئے بنی امیہ کے مظالم اور اہل بیت رسولؐ کی مظلومیت کی تشہیر کی چنانچہ جب بنی عباس کا پہلا خلیفہ عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم المعروف بہ ابوالسفاح عباس قرار پایا تو ابوالسفاح عباس نے قبر امام حسین پر سب سے پہلا قبہ بنایا اور زائرین کے لئے ایک چھت بھی تعمیر کی گئی۔ مورخین کا بیان ہے کہ سفاح کی عادت تھی کہ خوں ریزی کرنے میں بہت

(۹): مفتی سید محمد جمال الدین کاظمی۔ گل گلستان اہل بیت صفحہ 7 تحریک اسلامی انقلاب کراچی 1415ھ

جلد پیش قدمی کیا کرتا تھا (۱۰) اسی لئے اس کے ماتحت افراد نے مشرق و مغرب میں ظلم کا بازار گرم کر رکھا تھا لیکن اس کے دور حکومت میں اہل بیت رسولؑ و آل رسولؑ کے خلاف کوئی بڑا اقدام نہ اٹھا اور اس زمانے کے امام جعفر صادق پر کوئی قید وغیرہ کا حکم بھی نہیں لگایا گیا کہ جن کا تعلق آل رسولؑ سے تھا۔ 136ھ کو ابو العباس سفاح کا انتقال ہوا تو ابو جعفر عبداللہ بن محمد المعروف بہ منصور دوانیقی نے بنی عباس کے دوسرے خلیفہ کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔ منصور کو اس کے بھائی سفاح ہی نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ جب تخت پر منصور بیٹھا تو اس نے عنانِ حکومت ادھر موڑی کہ جدھر بنی امیہ کی عنانِ حکومت تھی چنانچہ اپنی سلطنت قائم ہونے کے ساتھ ہی جو پہلا کام اس نے انجام دیا وہ حضرت امام حسینؑ کے قبہ کو گرانا تھا۔ (۱۱) سفاح کے مظالم انتقام کے جوش میں سرزد ہوتے تھے لیکن اس کے جانشین منصور کے مظالم کمال غور و تامل اور جوڑ توڑ کا نتیجہ ہوتے تھے وہ کسی ایسے آدمی کو زندہ نہ چھوڑتا کہ جس پر اسے خفیف سا بھی شک ہو جاتا اولادِ رسولؐ سے اس کے سلوک نے عباسی تاریخ کے صفات کو مزید سیاہ کر دیا (۱۲) 148ھ کو اس نے آل رسولؑ کے عظیم فرد حضرت امام جعفر

(۱۰): تاریخ الخلفاء (جلال الدین سیوطی) صفحہ 258 نفیس اکیڈمی کراچی 1983ء

(۱۱): چودہ ستارے (سید نجم الحسن کراروی) جلد دوم صفحہ 658 بار سوم لاہور

۱۲): تاریخ اسلام (جسٹس سید امیر علی) صفحہ 148۔ الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور

صادق کو زہر سے شہید کرادیا۔ یہ منصور وہی شخص ہے کہ جس نے امام ابو حنفیہ
کو قاضی نہ بننے کے سلسلے میں جیل بھیجا کہ جہاں آپ نے 150ھ کو وفات پائی۔ بعض
حضرات کا دعویٰ ہے کہ چونکہ امام ابو حنفیہ نے منصور پر خروج کرنے کا فتویٰ دے دیا تھا
اس لیئے اس نے پہلے انہیں کوڑوں سے اذیت دی اور اس کے بعد ان کو جیل میں ڈال
کر زہر سے ان کی زندگی کا خاتمہ کردیا۔ (۱۳) منصور بڑا حریص اور بخیل تھا چونکہ یہ
اپنے ماتحت افراد سے پیسہ پیسہ اور دانے دانے کا حساب لیتا تھا اس لئے اسکا لقب
ابو الدوانیق ہو گیا تھالہذا آج بھی اس کو منصور دوانیقی سے جانا جاتا ہے۔ بعض اہل لغت کا
کہنا ہے کہ منصور نے کوفہ کے گرد خندق کھدوانے کے لئے ہر مزدور کو چاندی کے
ایک ایک دانے (گیہوں کے دانے کے برابر) پر مقرر کیا تھا اس لئے اس کو منصور
دوانیقی کہا جاتا ہے کیونکہ دانق کی جمع دوانیق آتی ہے (۱۴) منصور ہی پہلا شخص ہے کہ
جس نے عباسی اور علوی افراد کے درمیان فتنہ انگیزی کی حالانکہ اس فتنہ وفساد سے
قبل یہ دونوں اتنے متفرق نہ تھے۔ منصور ہی کے دور حکومت میں حضرت عبداللہ شاہ
غازی کے والد محمد نفس زکیہ نے خروج کیا کہ جس پر ہم آئندہ بحث کریں گے اور اسی

(۱۳): خلافت وملوکیت (سید ابوالاعلیٰ مودودی) صفحہ 261۔ ترجمان القرآن لاہور 1990ء

(۱۴): لغات الحدیث (وحید الزماں) جلد دوم کتاب الدال صفحہ 71 نور محمد کتب خانہ کراچی اشاعت قدیم و سن اشاعت مرقوم نیست۔

منصور نے عبداللہ شاہ غازی کو قتل کرنے کا حکم صادر کیا۔ القصہ مختصر یہ کہ 158ھ کو منصور کے مرنے کے بعد ابو عبداللہ بن منصور المعروف بہ مہدی عباسی نے اپنی خلافت کا اعلان کیا۔ (۱۵) اس نے حضرت امام حسینؑ کی قبر کے اوپر شاندار عمارت تعمیر کرائی اور اس نے آلِ رسولؐ کے خلاف کوئی بڑا قدم نہ اٹھایا یہی وجہ ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم کو اس کے دور میں تبلیغ کا زیادہ موقع فراہم ہوا۔ مہدی عباسی نے آلِ رسولؐ کی جائیداد جو منصور دوانیقی نے ضبط کرلی تھیں واپس کر دیں اگرچہ بعض مورخین نے یہ عندیہ دیا ہے کہ یہ سب کچھ مہدی نے لوگوں میں ہر دلعزیز ہونے کے لئے کیا۔

169ھ کو مہدی کے مرنے کے بعد موسیٰ بن مہدی بن منصور المعروف بہ ھادی تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس کو آپس کی کشمکش اور عیاشی سے فرصت نہ ملی جو یہ آلِ رسولؐ کی طرف توجہ دیتا بالآخر اس نے 170ھ کو انتقال کیا۔ بعد ازیں ہارون بن مہدی بن منصور حکومت میں آیا۔ ہارون لذات ممنوعہ اور گانے بجانے کا شوقین کہا جاتا ہے۔ اس نے حضرت امام حسینؑ کے مزار کے قبہ کو گرا کر تمام زمین پر زراعت کروادی۔ اسی

(۱۵): المعارف (ابن قتیبہ دینوری) صفحہ 166۔ احیاء التراث العربی بیروت 1970ء

کے دور حکومت میں آل رسولؐ کے نمائندے امام موسیٰ کاظم کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔ ہارون کے دور میں ظلم و ستم اپنے عروج پر تھا بالخصوص اولاد رسولؐ کے ساتھ اس کا متعصّبانہ رویہ اظہر من الشّمس ہے۔ ہارون کے بعد ابو عبد اللہ محمد بن ہارون 193ھ کو مسند خلافت پر بیٹھا کہ جس کو دنیا امین کے نام سے جانتی ہے۔ اس کو اپنے بھائی مامون ہی سے جنگ کرنے سے ہی فرصت نہ ملی کیونکہ ہارون کے انتقال کے بعد نفرت کی آگ جو اندر ہی اندر دو سوتیلے بھائیوں میں سلگ رہی تھی اس خانہ جنگی کی صورت میں بھڑکی جو امین اور مامون کے درمیان ہوئی لہذا اس کو کسی پر بالخصوص آلِ رسولؐ پر مظالم ڈھانے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ 198ھ کو اس کے بھائی مامون نے اس امین کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود پوری مملکت کا حاکم بن بیٹھا۔ سیاستِ عباسیہ نے پھر پلٹا کھایا اولادِ رسولؐ پر مظالم کم ہوئے اور ان پر انعامات کی بوچھاڑ ہونے لگی اور آلِ رسولؐ کے عظیم امام علی رضا کو ولی عہد بنایا گیا اور اس دور میں قبر امام حسین کو پھر عروج ہوا دوبارہ عمارت تعمیر ہوئی۔ الغرض ابتداء میں مامون نے اولاد رسولؐ کے ساتھ اعلیٰ سلوک کیا لیکن اس کے بعد اس نے وہی طریقہ اپنایا جو کہ گزشتہ صاحبانِ

اقتدار کا آلِ رسولؐ کے ساتھ رہااور اس طرح 203ھ کو امام علی رضا کو جو خود مامون کے ولی عہد بھی مقرر ہوئے تھے زہر سے شہید کروادیا۔ 218ھ کو منصور دوانیقی کا یہ پانچواں جانشین بھی دار فانی سے کوچ کر گیااور اس کی جگہ معتصم باللہ ابو اسحٰق بن ہارون آیا۔ معتصم عباسی ظلم و تشدد کے راستہ ہی پر تھا چنانچہ اس نے اپنی سلطنت کے دوسرے ہی سال امام محمد تقیؑ کو مدینہ سے بغداد کی طرف جبراًبلوالیاباآخراس نے 220ھ کو امام محمد تقی کو زہر سے شہید کرادیا۔ معتصم کے دور میں ملک مزید انتشار کا شکار ہوااور خرمی تحریک نے سر اٹھایا کہ جس کا سرغنہ بابک خرمی تھا یہ ایک نیم مذہبی و سیاسی تحریک تھی کہ جس کا اصل مسکن آذربائیجان تھا۔ اگرچہ خرمی تحریک اور اس قسم کی دیگر تحاریک کو معتصم نے سختی سے کچل دیا لیکن اسکے باوجود اس کا دور مجموعی طور پر ہنگامہ آرائی کا زمانہ کہا جاسکتا ہے۔

معتصم عباسی اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرنے میں پیش پیش رہا۔ تاریخ الخلفاء کے مطابق اس نے سمرقند اور فرغانہ سے ترکی غلام خریدے اور ان کو ہمہ اقسام کے ریشمی لباس اور زریں پٹکے عنایت کیئے اور ایک نئے شہر سر من رائے کی بنیاد ڈالی اور یہاں ان

غلاموں کو آباد کیا بعد ازیں اس شہر کو سامراہ وغیرہ کا نام بھی دیا گیا۔ معتصم عباسی 227ھ کو مرا اور اس کی جگہ اس ہی کے بیٹے واثق باللہ ہارون نے سنبھالی یہ بھی عیاش اور باپ کی طرح سخت تھا۔ اسے ظلم کی زیادہ چکی چلانے کا موقع ہی نہ ملا اور یہ 232ھ کو سامراہ میں فوت ہوا اب خلافت کی باگ دوڑ ہارون واثق کے بھائی جعفر متوکل عباسی نے سنبھالی اسکے عہد میں سلطنت کا زوال شروع ہوا۔ بد مستی اور شراب خوری میں غرق اس نے سلطنت کو تباہی و بربادی کی طرف دھکیل دیا اگرچہ اس نے اقتدارِ خلافت کو از سر نو بحال کرنے کی سخت کوشش کی لیکن وہ کچھ زیادہ کامیاب نہ ہوئی اور مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اولادِ رسولؐ سے یہ انتہائی عداوت اور نفرت رکھتا تھا یہی وجہ ہے کہ اس نے امام حسینؑ کے مزار کو زمین کے برابر کر کے اس پر پانی کی نہر بنا دی اور اس کی جگہ زیارت کو جرم قرار دے کر سخت سزا مقرر کی اس کو بنی عباس میں وہی درجہ حاصل ہے جو بنی امیہ میں یزید کو حاصل تھا یہ دونوں اپنے ذاتی کردار کے علاوہ جو کچھ آلِ رسولؐ کے ساتھ کرتے رہے اس سے تاریخِ اسلام سخت شرمندہ ہے بلکہ اگر متوکل عباسی کے دور کو بنی عباس کا سیاہ ترین دور کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا اس نے

امام حسینؑ کی قبر کے ساتھ جو انتہائی بے ادبی کی وہی اس کے فطری بغض کی علامت کے لئے کافی ہے جو اس کو آلِ رسولؐ سے تھا لیکن اس کے باوجود اگر کوئی رسولؐ کی اولاد کے ساتھ اس کا سلوک دیکھنا چاہتا ہے تو وہ امام علی نقی کی زندگی کا غیر متعصّبانہ مطالعہ کرلے کہ متوکل عباسی نے کس طرح آپ کو جبراً مدینہ سے بلا کر سامراہ میں نظر بند کر دیا اور تا زندگی باہر نہ نکلنے دیا۔ 247ھ کو متوکل عباسی کو اس کے اپنے ہی لوگوں نے قتل کر دیا اس کے قتل کے بعد اس کا بیٹا منتصر باللہ محمد بن متوکل عباسی اقتدار پر بیٹھا۔ اس کو مورخین ایک عابد اور منصف مزاج بادشاہ قرار دیتے ہیں۔ بڑا متحمل، فیاض، عقیل و فہیم اور رعایا کی بہتری و خوشحالی کا سچے دل سے خواہاں بتایا جاتا ہے۔ اس نے حضرت امام حسینؓ کا مزار پھر بنوایا۔ آلِ رسولؐ کے لئے ایک سنہرے دور کا آغاز ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے باپ سے عداوت اسی لئے رکھتا تھا کہ وہ اولادِ رسولؐ کا دشمن تھا چنانچہ بقولِ دمیری ایک دن متوکل عباسی اپنے بیٹے منتصر کے سامنے حضرت علیؑ کو برا کہہ رہا تھا جس پر اس منتصر کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا یہاں تک کہ یہ متوکل عباسی سے بغض و عناد رکھنے لگا (١٦) غالباً یہی بغض متوکل کے قتل کا سبب بن گیا اور منتصر

---

(١٦): حیات الحیوان جلد اول صفحہ 281 ادارۂ اسلامیات لاہور 1992ء

باللہ نے اپنے ہی باپ متوکل عباسی کو موت کے گھاٹ اتار دیا منصر عباسی جو کہ آل رسولؑ پر مہربان تھا زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکا اور اس کو زہر سے مروادیا گیا۔ 251ھ کو خلیفہ محمد منصر عباسی کے بعد چچازاد احمد مستعین باللہ بن معتصم جانشین ہوا۔ اس کا دور خاموش دور تھا آلِ رسولؑ پر ظلم کے لحاظ سے کیونکہ اسے آپس ہی کے جھگڑے فساد سے موقع نہ ملا بالآخر مستعین باللہ 252ھ کو قتل کر دیا گیا اور اب خلافت کے فرائض المعتز باللہ بن متوکل نے انجام دینا شروع کیئے اس نے بھی اپنے باپ کی سنت پر چلنا شروع کر دیا اور آلِ رسولؑ کے ساتھ سختی شروع کر دی یہاں تک کہ امام علی نقیؑ کو زہر سے شہید کرا دیا۔ معتز پہلا خلیفہ ہے کہ جس نے گھوڑوں کو سونے کا زیور پہنایا وگرنہ قدیم بادشاہ گھوڑوں کو چاندی کا معمولی زیور پہناتے تھے۔ 255ھ کو معتز باللہ کے قتل کے بعد مہتدی باللہ بن واثق بن معتصم خلیفہ بنا دیا گیا۔ اس نے آلِ رسولؑ کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو دستور چلا آرہا تھا۔ اور امام حسن عسکریؑ کو ستانے میں ہر قسم کی کوشش کرتا رہا بلکہ مہتدی باللہ اولادِ رسولؑ سے دوستی رکھنے والوں کو برابر قتل کرتا رہا۔ اگر یہ آلِ محمدؐ سے اچھا سلوک روا رکھتا تو اس کے دور کو بنی عباس کا اچھا دور کہا جا سکتا

تھا کیونکہ نہ تو یہ شرابی مشہور تھا اور نہ کسی اور برائی میں ملوث شمار کیا گیا ہے بلکہ اس نے
بعض معاشرتی برائیوں کو جڑ سے اکھاڑنے کی بھرپور کوشش کی۔ مہتدی عباسی زیادہ
عرصے خلافت کی گدی پر نہ بیٹھ سکا اور اس کو 256ھ کو مار ڈالا گیا۔ اب معتمد علی اللہ
بن متوکل کا دور شروع ہوتا ہے۔ اس نے تو اولادِ رسولؐ پر ظلم و ستم کا خاتمہ ہی کر دیا۔
اگرچہ یہ حکومت کی باگ دوڑ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہی ملکی انتشار کا شکار ہو گیا تھا لیکن
اس کے باوجود اس نے حکم دیا کہ عہدِ حاضر میں خاندانِ رسالت کی یادگار امام حسن
عسکریؑ کو قید کر دیا جائے اور انہیں قید میں کسی قسم کا سکون نہ دیا جائے۔ بالآخر معتمد کے
حکم ہی سے 260ھ کو امام حسن عسکریؑ کو زہر سے شہید کرا دیا گیا۔ 279ھ کو معتمد علی
اللہ نے وفات پائی اسکے بعد معتضد باللہ، مکتفی باللہ، مقتدر باللہ، قاہر باللہ، راضی باللہ،
متقی باللہ وغیرہم بنی عباسی میں سے مسندِ خلافت پر بیٹھے جن میں سے بعض انتہائی
سفاک اور بعض معتدل خلیفہ ثابت ہوئے۔ الغرض مجموعی طور پر حکومتِ بنی عباس
اولادِ رسولؐ کے لئے ظلم و بربریت کا پیغام ہی لے کر آئی جیسا کہ اس سے قبل دورِ بنی
امیہ گزرا تھا۔ بغداد کے خلفائے عباسی کی تعداد تقریباً 33 تھی ان کا دورِ حکومت

132ھ / 750ء سے 656ء / 1258ء تک رہا ان کے بعد عنانِ اقتدار مصر کے عباسی خلفاء کے ہاتھ میں آگئی ان کی کل تعداد 21 ہے اور ان کا دورِ اقتدار 659ھ / 1261ء سے شروع ہو کر 922ھ / 1516ء تک رہا۔

منصور دوانیقی کا دور حکومت

بنی عباس کا دوسرا خلیفہ کہ جس کے دورِ حکومت میں حضرت عبداللہ شاہ غازی کا قتل ہوا۔ (۱۷) ابو العباس سفاح کے بعد تخت نشین ہوا۔ ابو جعفر عبداللہ بن محمد المعروف بہ منصور دوانیقی سے اس دن بیعت لی گئی جس دن اس کے بھائی ابو العباس سفاح کا انتقال ہوا کیونکہ اس ہی کو ولی عہد بنایا گیا تھا اور سفاح نے اپنی زندگی میں اسے امیر الحج مقرر کیا تھا۔ جب منصور کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اسے خلافت سونپ دی گئی ہے تو اس نے یہ عہد کیا تھا کہ ان شاء اللہ ہمارا معاملہ لوگوں سے بہت صاف ستھرا رہا

---
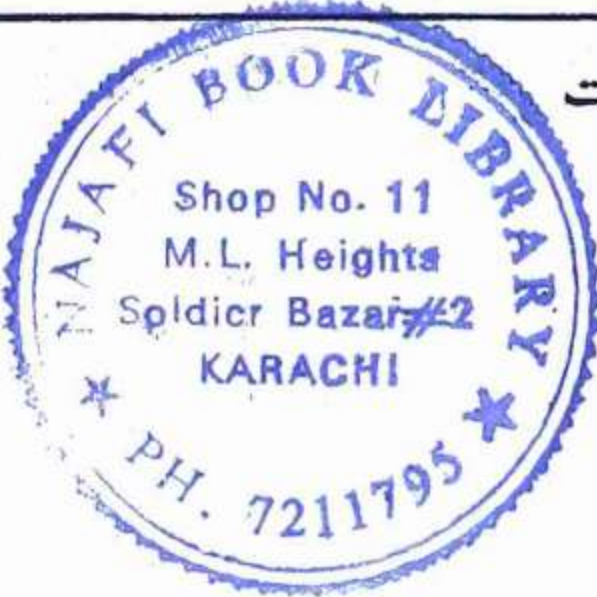
(۱۷) : i) ابن جریر طبری۔ تاریخ الطبری۔ الجزء السادس۔ صفحہ 291 موسستہ الاعلمی بیروت

ii) ابن اثیر۔ الکامل جلد نمبر 5 صفحہ 30۔ دار الفکر بیروت 1978ء

iii) ابن خلدون۔ تاریخ ابن خلدون صفحہ 250 الجزء الثالث۔ دار الفکر بیروت 1408ھ

iv) ابن کثیر۔ البدایہ والنھایہ جلد نمبر 10 صفحہ 108۔ مصر۔ سن اشاعت نیست

v) ابن عنبہ۔ عمدۃ الطالب صفحہ 105 طبع ثانی انتشارات الرضی قم 1380ھ

vi) شیخ عباس قمی۔ منتھی الآمال جلد نمبر 1 صفحہ 251۔ کتابفروشی اسلامیہ تہران

(vii) S. Athar Abbas Rizvi- A Socio- Intellectual History of Isna Ashari Shi`is in India- Page 141, vol.1. Australia 1986.

کرے گا لیکن ہوا اس کے بالکل برعکس کیونکہ منصور نے بکثرتِ مخلوقِ الٰہی کو قتل کر کے اپنی حکومت مضبوط اور مستحکم کی۔ اس نے خلیفہ ہونے کے بعد سب سے پہلے ابو مسلم خراسانی کو قتل کیا جس نے بنی عباس کو خلافت دلانے میں جان توڑ کوشش کی تھی اور بنی عباس کی خلافت و حکومت کی داغ بیل ڈالی تھی۔ منصور ہی کے دورِ حکومت میں عباسی افراد کے اس دعویٰ کی قلعی بھی کھل گئی کہ وہ آلِ رسولؐ پر بنی امیہ کے مظالم کا بدلہ لینے اٹھے تھے۔ اس نے ساداتِ کرام پر اپنے مظالم شروع کر دیے۔ بالآخر محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم نے خروج کیا جس کی تائید امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے بھی کی جس کی سزا کے طور پر مدینہ کے عباسی گورنر جعفر بن سلیمان نے امام مالک کو کوڑے لگوائے اور ان کا ہاتھ شانے سے اکھڑ گیا۔ منصور کے بارے میں یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ وہ مدبر، منتظم مگر دغاباز، بے رحم، شکی اور سفاک تھا جس پر اسے ذرا بھی شبہ ہوتا کہ ذات یا خاندان کے لئے مضر ثابت ہوگا اسے ہرگز زندہ نہ چھوڑتا۔ حضرت علیؓ کی اولاد کے ساتھ جو جو ظلم اس نے کیئے انہوں نے عباسی تاریخ کے صفحات کو مزید سیاہ کیئے۔ حضرت امام حسینؓ کی نسل اگرچہ دنیاوی امور سے کنارہ

کشی اختیار کیئے ہوئے تھی لیکن ان کا روحانی اقتدار منصور کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ تھا اور ان کی طرف سے اسے کھٹکا لگا رہتا تھا۔

منصور نے امام ابو حنیفہ کو اس لئے قید کیا کہ انہوں نے ابتدا میں زید بن علی کی تائید کی تھی اور پھر منصور کے دور میں محمد نفس زکیہ کا ساتھ دیا تھا بالآخر 150ھ کو انہیں منصور نے زہر دلوا دیا یہی نہیں بلکہ اس نے اکثر علماء کو قتل کیا اور بہت سے علماء کو سخت ترین تکالیف میں مبتلا کر دیا۔ ان مظلوم علماء میں عبد الحمید بن جعفر' ابن عجلان اور امام جعفر بن محمد نمایاں ہیں۔ ۱۴۷ھ کو منصور نے اپنے چچا عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد بنایا حالانکہ عیسیٰ کو سفاح نے ولی عہد خلافت مقرر کیا تھا کہ منصور کے بعد عیسیٰ ہی خلافت کا حقدار ہوگا اور یہ عیسیٰ بن موسیٰ وہ شخص ہے کہ جس نے منصور کی حمایت میں محمد نفس زکیہ سے جنگ کر کے فتح پائی تھی۔ 148ھ کو متعدد ممالک منصور کے قبضہ و تصرف میں آگئے اور لوگ اس کی ہیبت سے کانپنے لگے۔ جزیرہ اسپین کے سوا تمام گردونواح کے ممالک پر منصور قابض ہو گیا۔

بعض مورخین نے تو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں صرف

دو ہی بادشاہ حکومت کر رہے تھے ایک منصور اور دوسرا عبدالرحمٰن بن معاویہ مروانی۔ 149ھ کو منصور نے بغداد کو جدید خطوط پر استوار کر کے اس کی تعمیر مکمل کی۔ منصور نے اپنی رعایا کو حکم دیا تھا کہ آئندہ وہ بھی ٹوپیاں پہنا کریں جو بانس وغیرہ سے بنائی جاتی تھیں اور جسے عموماً حبشی استعمال کرتے تھے۔ منصور نے 158ھ کو وفات پائی۔ اس کا دور مجموعی طور پر ظلم و بربریت کا دور تھا اس کے دور میں عوام الناس ڈرے ڈرے رہتے تھے۔

بنی فاطمہ اور سیاسی جدوجہد

"سیاست" عربی زبان کا لفظ ہے کہ جس کا مادہ "س وس" ہے۔ عام طور پر سیاست سے مراد ملکی انتظام چلانے کے لیئے جاتے ہیں لیکن سیاست ایک جامع لفظ ہے جس کی مختلف اقسام ہیں۔ سیاست سے مراد وہ ملک داری نہیں کہ جس کے زیر حکم سلطنت اور لشکر و حشمت ہو بلکہ حقیقت میں جو شخص استحقاقِ ملک داری رکھتا ہو اگرچہ ظاہر میں

کوئی اس کی طرف توجہ نہ کرے وہی مدبر اور صاحبِ سیاست ہے (۱۸) کیونکہ تکمیل وتدبیر وتہذیب واخلاق واصلاحِ نفوس کو وہی شخص انجام دے سکتا ہے جو یہ صفات رکھتا ہو۔ دوسرا شخص جس میں یہ صفات نہ ہوں اگر تدبیرِ عالم کو اپنے ذمہ لے گا تو ظلم وفساد عالم میں رونما ہوگا چنانچہ بنی فاطمہ کی سیاسی جدوجہد سے مراد ایک اسلامی حکومت کی تشکیل ہے کہ جس کی بنیاد عدل پر رکھی گئی ہو یا کم از کم ظالم حکمران سے نجات دلانے کی مہم ہی کا نام سیاسی جدوجہد ہے لیکن یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ بنی فاطمہؓ نے ہر ظالم حکمران کے خلاف کھلم کھلا سیاسی جدوجہد نہیں کی بلکہ بعض اوقات حالات کے غیر مناسب ہونے کی وجہ سے گوشہ نشینی کی زندگانی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔

40ھ کو حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسنؑ خلیفہ برحق تسلیم کئے گئے تو امام حسن نے حاکم شام حضرت معاویہ بن ابو سفیان کے خلاف فوج کشی کی اور فوجوں کو لے کر روانہ بھی ہوئے لیکن حاکمِ شام نے سادہ کاغذ بھیج دیا کہ حسن ابن علی جو چاہیں وہ شرائط لکھ دیں۔ امام نے شرائط لکھے اور حاکم شام نے ان کو منظور کر لیا۔ امام

---

(۱۸): سید اکبر مہدی سلیم جروی/ جواہر البیان صفحہ 245۔ مکتبہ تعمیر ادب لاہور 1968ء

حسن کا یہ اقدام صرف اور صرف خون کی حفاظت اور جنگ سے گریز پر مبنی تھا۔(۱۹)

امام حسنؑ نے صلح کر کے امت محمدیہ کو مزید انتشار و ہلاکت سے بچالیا کیونکہ امام حسن جانتے تھے کہ میرا صلح کر لینا ہی اصل میں جہاد ہے۔ حضرت امام حسنؑ کے بعد انہیں کے برادر حضرت امام حسینؑ ۶۰ھ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو اپنے تحریری وصیت نامہ میں اپنے مقصد کی طرف اشارہ کیا چنانچہ آپ نے واضح طور لکھا کہ

"انما خرجت لطلب الاصلاح فی امت جدی اریدان امر بالمعروف وانھیٰ عن المنکر"

(یعنی میں تو صرف اپنے نانا کی امت کی اصلاح کے لئے نکلا ہوں میں چاہتا ہوں کہ اچھائی کا حکم دوں اور برائی سے روکوں۔)(۲۰)

اچھائی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا ہی در اصل اسلام ہے بالآخر امام حسینؑ کو مدینہ چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ امام حسنؑ کی طرح امام حسینؑ نے بھی مکمل کوشش کی کہ کسی طرح بنی امیہ ہمارے قتل سے باز رہے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ امام حسینؑ مدینہ سے مکہ آئے اور آپ کا مکہ میں پناہ لینا خود اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہمیں کسی جان

---

(۱۹): ڈاکٹر طہ حسین مصری۔ الفتنۃ الکبری (اردو ترجمہ حضرت علی۔ تاریخ اور سیاست کی روشنی میں) صفحہ 206۔ مترجم عبدالحمید نعمانی۔ نفیس اکیڈمی کراچی 1989ء

(۲۰) : i) سید ریاض علی ریاض۔ شہید اعظم حصہ دوم صفحہ 12۔ مطبوعہ بنارس 1913ء

ii) باقر مجلسی۔ بحار الانوار صفحہ 151 حصہ اول مترجم طیب جزائری مطبوعہ کراچی 1980ء

لینا مقصود نہیں بلکہ اپنی جان بچانا غرض ہے اور ہم امن چاہتے ہیں حالات وواقعات نے کروٹ لی اور 10 محرم 61ھ کو امام حسینؑ کربلا میں شہید کر دئے گئے۔ 121ھ کو زید بن علی بن امام حسین نے بنی امیہ کے حاکم ہشام بن عبدالملک کے خلاف خروج کیا۔ زید بن علیؓ کا قیام امام حسین کے قیام کی سطح اور طرز کا تھا۔ حضرت زید کا قیام کوئی جذباتی و طبعی میلان اور بے سوچ سمجھے نہیں تھا۔ کیونکہ انہوں نے مختلف شہروں میں اپنے نمائندے بھیجے اور مختلف گروہ کو اکٹھا کیا(۲۱) اور کوفہ جو مختلف قبائل کے اسلامی لشکر کا مرکز تھا۔ اس میں بہت سے لوگوں نے ان کی بیعت کی جن کی تعداد چالیس ہزار مجاہدین تک بیان کی جاتی ہے۔ بالاخر حضرت زید شہید 2 صفر 121ھ کو شہید کر دیئے گئے۔ اور پوری احتیاط کے ساتھ پانی کی ایک گزرگاہ میں گڑھا کھود کر انہیں دفن کر دیا گیا اور اس کے اوپر سے پانی بہا کر نشانِ قبر مٹا دیا گیا تاکہ بنی امیہ کے ظالم اور سفاک حکمران ان کی قبر کا سراغ لگا کر بے حرمتی نہ کریں۔ لیکن ایک مخبر کی اطلاع پر قبر کا سراغ لگا لیا گیا اور اس کو کھدوا کر لاش نکلوائی اور سر کو قطع کر کے دمشق کے دروازے پر نصب کر دیا گیا اور لاش کناسہ کوفہ میں سولی پر لٹکا دی گئی جو تقریباً چار برس تک اپنی

۲۱۔ شیخ حسین علی منتظری۔ ولایت الفقیہ جلد نمبر ا صفحہ ۲۰۸۔ قم ایران ۱۴۰۹ھ

مظلومیت، خودداری، پرامن سیاسی جدوجہد اور آزادئ ضمیر کی داستان دہراتی رہی۔
ہشام بن عبدالملک کے بعد جب ولید بن یزید بر سر اقتدار آیا تو اس کے حکم سے اس لاش کو جلایا گیا اور اس کی خاک کو ہوا میں اڑا دیا۔ زید شہید کے بعد ان کی تحریک کو ان کے دو فرزندان یحییٰ اور عیسیٰ نے خون دے کر آگے بڑھایا یہی خون رنگ لایا اور ابو مسلم خراسانی اور خاتمہ حکومت بنو امیہ کی صورت میں نمودار ہوا۔ یحییٰ بن زید نے اپنے سلسلہ کا قائم مقام محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ محض کو قرار دیا۔ محمد نفس زکیہ نے بھی کھلم کھلا سیاسی جدوجہد جاری رکھیں کہ جس پر آئندہ عنوان میں بحث کی جائے گی۔

حسین بن علی بن حسن بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب نے بھی موسیٰ ہادی عباسی کے زمانے میں مدینہ میں خروج کیا اور مقام فخ میں شہید ہوئے جو کہ مکہ سے قریباً ایک فرسخ کے فاصلے پر کوئی جگہ یا کنواں ہے۔ اس کے بعد ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو مامون رشید کے دور میں حضرت امام علی رضا کی سیاسی زندگی ہمارے سامنے آتی ہے جب مامون رشید نے امام علی رضا کو اپنا ولی عہد بنایا اور امور مملکت میں شامل کیا۔ (۲۲)

---

(۲۲): ابن حجر مکی۔ الصواعق المحرقہ۔ صفحہ 309۔ دارالکتب العلمیہ بیروت 1985ء

چنانچہ آپ نے ولی عہدی قبول کرتے ہوئے بارگاہ احدیت میں عرض کی کہ خدایا گواہ رہنا میں نے یہ عہدہ اس طرح قبول کیا ہے کہ جس طرح تیرے نبی حضرت یوسف نے عزیز مصر کے یہاں عہدہ قبول کیا تھا کہ یوسف عہدہ قبول نہ کرتے تو ان کے گھر والوں اور قوم کی زندگی کا سہارا نہ ہوتا اور میں عہدہ قبول نہ کرتا تو بنی ہاشم مزید مظالم کا شکار ہو جاتے اور جس طرح یوسف کا منصب عزیز مصر کے مومن ہونے کی دلیل نہیں تھا اسی طرح میری ولی عہدی سے مامون اپنے ایمان کا اثبات نہیں کر سکتا۔ امام علی رضا کے نام کا سکہ بھی رائج ہوا۔

مذکورہ واقعات سے عام طالب علم شاید یہی نتیجہ نکالے کہ بنی فاطمہ متضاد سیاست کے حامل تھے جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے لیکن تاریخ کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کی سیاست سلاطین واہل اقتدار کے مقابلے میں ایک تھی البتہ حالات اور زمانہ مختلف تھا۔

نفس ذکیہ کا خروج

حضرت عبداللہ شاہ غازی کے والد محمد نفس زکیہ کہ جن کی کنیت ابو عبداللہ اور بقولے ابوالقاسم تھی ۱۰۰ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ نے پینتالیس سال کی عمر میں ۱۴۵ھ کو اپنے بھائی ابراہیم کی مدد سے منصور دوانیقی کے خلاف قیام کیا۔ ان دونوں افراد کی خفیہ تحریک بنی امیہ کے زمانے سے چل رہی تھی حتیٰ کہ ایک وقت تھا جب خود منصور نے دوسرے بہت سے افراد کے ساتھ جو اموی سلطنت کے خلاف خروج کرنا چاہتے تھے نفس زکیہ کی مکمل حمایت کا یقین دلایا تھا۔ (۲۳) نفس زکیہ الٰہی حکومت کے قیام کے لئے سرگرداں تھے کہ عباسی حکومت قائم ہو جانے سے یہ لوگ روپوش ہو گئے اور اندر ہی اندر اپنی دعوت پھیلاتے رہے۔ خراسان' رے' طبرستان' یمن اور شمالی افریقہ جیسے علاقوں میں بھی ان کے داعی پھیلے ہوئے تھے۔ نفس زکیہ نے اپنے فرزند عبداللہ اشتر یعنی عبداللہ شاہ غازی کو سندھ بھیجا تھا (۲۴) اور خود اپنا مرکز حجاز کو قرار دیا اور

---

(۲۳): سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ خلافت و ملوکیت صفحہ 269 ادارہ ترجمان القرآن لاہور 1990ء

(۲۴): i) ابن اثیر۔ الکامل جلد نمبر 5 صفحہ 30۔ دار الفکر بیروت لبنان 1978ء

ii) اعجاز الحق قدوسی۔ تاریخ سندھ جلد نمبر 1 صفحہ 262 مرکزی اردو بورڈ لاہور 1971ء

روانہ کیا۔ اس لشکر نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا اور مدینہ کے لوگ خوف زدہ ہو گئے اس طرح اہل مدینہ نے نفس زکیہ کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا اور صرف قریباً تین سو افراد محمد نفس زکیہ کے ساتھ رہ گئے۔ نفس زکیہ بڑی بہادری سے لڑے اور بالآخر لڑتے لڑتے ان کی مختصر سی فوج بے دست وپا ہو کر رہ گئی' ایک ایک کر کے سب موت کے گھاٹ اتر گئے۔ حمید ابن قحطبہ نے نفس زکیہ کے سینہ پر نیزہ مارا اور انہیں شہید کر دیا اور سر کو قطع کر کے منصور کے پاس روانہ کر دیا گیا جو کوفہ اور دیگر شہروں میں پھرایا گیا۔ لاش کو پسماندگان نے اٹھایا اور مدینہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ یہ سارا واقعہ محمد نفس زکیہ کے والد عبداللہ محض کے سامنے ہوا۔ ان کے خروج کا واقعہ رمضان ۱۴۵ھ کا ہے جب کہ محمد نفس زکیہ کی عمر اس وقت صرف پینتالیس برس کی تھی۔ اگر خوش قسمتی اس (منصور) کا ساتھ نہ دیتی تو یہ تحریک خانوادۂ عباسی کی سلطنت کا تختہ ہی الٹ دیتی۔

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نفس زکیہ کا یہ اقدام دفاعی حیثیت رکھتا تھا کہ اس کے بغیر جان ومال وناموس کا تحفظ ممکن ہی نہ تھا یا جارحانہ حیثیت رکھتا تھا اور مقصد

امنِ عالم کو خاک میں ملا کر ذاتی نفوذ اور اقتدار حاصل کرنا تھا یا صحیح اسلامی حکومت کے قیام، حدودِ الٰہیہ کے اجراء اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سلسلہ میں تھا؟ قطعِ نظر اختلافی آراء کے ایک کامیاب انقلاب کے امکانات ہوں تو ظالم حکومت کے خلاف خروج جائز ہی نہیں واجب ہے۔ شاید یہی فکر محمد نفس زکیہ کی ہو لہٰذا انہوں نے بعض مقتدر ذی علم شخصیات کی ممانعت کے باوجود منصور کے خلاف خروج کیا کیونکہ نفس زکیہ اپنے خیال میں حالات کو سازگار سمجھ رہے تھے اور انقلاب کامیاب ہونے کے واضح امکانات بھی تھے لیکن اہلِ مدینہ نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا اس وقت جب دشمن کی فوج سر پر تھی اگر آپ مصلحت سے کام لیتے اور خروج میں جلدی نہ دکھاتے تو شاید نتیجہ مختلف ہوتا اور کامیابی آپ کا مقدر ہوتی۔

نفس ذکیہ اور آئمہ عصر

محمد نفس زکیہ نے 145ھ کو خروج کیا۔ اس وقت آئمہ اربعہ میں سے امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور آئمہ اثنا عشریہ میں سے امام جعفر صادق کی ظاہری امامت کا دور چل رہا تھا۔ امام ابو حنیفہ نے اس زمانے میں جب کہ منصور کوفے ہی میں موجود تھا اور شہر میں ہر رات کرفیو لگا رہتا تھا بڑے زور و شور سے کھلم کھلا نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم کی تحریک کی حمایت کی یہاں تک کہ ان کے شاگردوں کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ ہم سب باندھ لیئے جائیں گے۔ امام ابو حنیفہ لوگوں کو ابراہیم کا ساتھ دینے اور ان سے بیعت کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ وہ ان کے ساتھ خروج کو نفلی حج سے کئی گنا زیادہ ثواب کا کام قرار دیتے تھے۔ ابو اسحاق الغزاری سے انہوں نے یہاں تک کہا کہ تیرا بھائی جو ابراہیم کا ساتھ دے رہا ہے اس کا یہ فعل تیرے اس فعل سے کہ تو کفار کے خلاف جہاد کرتا ہے زیادہ افضل ہے سب سے زیادہ اہم قدم ان کا یہ تھا کہ انہوں نے

منصور کے نہایت معتمد سپہ سالار حسن بن قحطبہ کو نفس زکیہ اور ابراہیم کے خلاف جنگ پر جانے سے روک دیا۔ ابن قحطبہ امام ابو حنیفہ کا گرویدہ تھا۔ شاید یہ نفس زکیہ کی حمایت ہی امام ابو حنیفہ کے لئے موت کا وسیلہ بنی اور بالآخر منصور نے ان کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔

امام مالک کا طرز عمل بھی امام ابو حنیفہ سے کچھ مختلف نہ تھا۔ نفس زکیہ کے خروج کے موقع پر جب ان سے پوچھا گیا کہ ہماری گردن میں تو منصور کی بیعت کے طوق ہیں تو اب ہم اسی کے خلاف کیسے ہو سکتے ہیں؟ تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ عباسی حکمرانوں کی بیعت جبری تھی اور جبری بیعت، قسم یا طلاق جو بھی ہو باطل ہے۔ (۲۵) اس فتویٰ کی وجہ سے مدینہ کے لوگ بکثرت نفس زکیہ کے ساتھ ہو گئے اور بعد میں سزا کے طور پر انہیں کوڑے لگوائے گئے یعنی اس فتویٰ کے رد عمل کے طور پر مدینے کے عباسی گورنر جعفر بن سلیمان نے انہیں کوڑے لگوائے۔ جہاں تک امام جعفر صادق کا تعلق ہے تو انہوں نے محمد نفس زکیہ کو خروج سے منع کیا اور اس کے انجام سے بھی ڈرایا لیکن ان کی طبیعت نہ مانی اور گنتی کے چند افراد کے ساتھ حکومت سے ٹکر لینے پر آمادہ ہو گئے۔ امام

---

(۲۵): خلافت وملوکیت۔ ابوالاعلیٰ مودودی۔ صفحہ 272۔ ادارہ ترجمان القرآن لاہور 1990ء

جعفر صادقؒ اور محمد نفس زکیہ کے درمیان جو بھی اختلاف تھا وہ تدبیر کے لحاظ سے تھا نہ کہ جواز و عدم جواز کے اعتبار سے کیونکہ فاسد حکومت کے خلاف خروج بذات خود ناجائز نہیں ہوتا البتہ اس اقدام سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ بگڑے ہوئے نظام کو بدل کر اسلامی نظام قائم ہو جانے کا امکان ہے یا نہیں؟ نفس زکیہ یہ سمجھ رہے تھے کہ انہیں اتنے مخلص حامی مل گئے ہیں کہ جنہیں ساتھ لے کر وہ ایک کامیاب انقلاب لا سکتے ہیں اسی لئے انہوں نے منصور دوانیقی کے خلاف خروج کیا برخلاف اس کے کہ جو امام جعفر صادق ان کو روک رہے تھے کہ ان کا خیال تھا کہ لوگ نفس زکیہ کے ساتھ بے وفائی کریں گے اور وہی ہوا کہ جس کا اندیشہ پہلے ہی سے امام جعفر صادق کو تھا کہ لوگ محمد نفس زکیہ کو چھوڑ گئے پس نفس زکیہ کا قیام بذات خود حرام نہ تھا بلکہ ایسا کرنا مصلحت کے خلاف تھا جیسا کہ ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

منصور اور نفس ذکیہ کے پسماندگان

منصور نے نفس زکیہ کے سر کو اپنے پاس بغداد طلب کیا جب کہ لاش کو ان ہی کے پسماندگان کے حوالے کر دیا چنانچہ نفس زکیہ کی ہمشیرہ زینب اور دختر فاطمہ نے مل کر اسی لاش کو مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ نفس زکیہ کے قتل کی خبر جب ان ہی کے برادر ابراہیم کو بصرہ پہنچی تو انہوں نے بغیر کسی تاخیر کے خروج کر دیا۔ منصور کو جب اس خروج کی اطلاع ہوئی تو اس نے عیسیٰ بن موسیٰ کی زیر قیادت ایک فوج ترتیب دے کر ابراہیم کے تعاقب میں روانہ کر دی۔ ابراہیم نے ابھی محاذ جنگ کے لئے کچھ نظے نہ کیا تھا کہ اہلِ کوفہ کی ایک جماعت ان کے پاس آئی اور ان سے عرض کیا کہ آپ یہاں سے کوفہ تشریف لے چلئے۔ وہاں ایک لاکھ جانباز آپ کے پرچم تلے جمع ہیں۔ ابراہیم اہل بصرہ کو روکنے کے باوجود آمادہ ہو گئے اور اپنی فوج کو یکجا کر کے کوفہ کی طرف چل پڑے۔ ابھی کوفہ سے تقریباً پچاس میل کے فاصلہ پر ہوں

گے کہ مقام باخمری میں عیسیٰ اور اس کے ساتھی افراد سے جنگ چھڑ گئی' ابراہیم کے فوج نے اس طرح بڑھ چڑھ کر حملے کئے کہ مخالف فوج کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر کوفہ کی حدود کو چھونے لگے۔ عیسیٰ کے ہمراہ قریباً سو افراد رہ گئے کہ اچانک ایک تیر ابراہیم کی گردن پر لگا کہ آپ نے بے دم ہو کر گھوڑے کی گردن میں بانہیں ڈال دیں اور جب سنبھلا نہ جا سکا تو زمین پر گر پڑے اور دم توڑ دیا۔ ان کا دم نکلتے ہی جنگ کا پورا نقشہ بدل گیا۔ ہاری ہوئی فوج فاتح بن گئی اور ابراہیم کی فوج شکست سے دوچار ہوئی۔ عیسیٰ نے ابراہیم کے سر کو قطع کر کے منصور کے پاس روانہ کر دیا اس نے پہلے تو اسے کوفہ میں آویزاں کیا پھر ان کے والد عبداللہ محض کے پاس مدینہ بھیج دیا۔ عبداللہ محض نے اپنے فرزند ابراہیم کے سر بریدہ کو سینے سے لگایا اور منصور کے حامی فرد (جو کہ سر لایا تھا کہ جس کا نام ربیع بتایا جاتا ہے) سے کہا کہ ''منصور سے بس اتنا کہنا کہ ہماری مصیبتوں کے دن ختم ہو گئے۔ تم تھوڑے دن اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کر لو اور یاد رکھو کہ تمہیں بھی ایک دن مرنا ہے۔ اب ہماری اور تمہاری ملاقات خدا کی عدالت میں ہو گی اور وہیں ہمارا اور تمہارا فیصلہ ہو گا۔''

نفس زکیہ کی شہادت کے بعد منصور نے عبد اللہ اشتر المعروف بہ عبد اللہ شاہ غازی کی تلاش شروع کردی کیونکہ اب منصور خانوادۂ نفس زکیہ سے خوف زدہ ہوچکا تھا پس اس نے سوچا کہ اب کہیں اور سے میرے خلاف لوگ قیام و خروج نہ کرنے لگیں چنانچہ وہ بانس کو ہی جڑ سے اکھاڑ دینا چاہتا تھا تاکہ بانسری کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ عبد اللہ شاہ غازی کسی طرح بچتے بچاتے سندھ کی سرزمین پر تشریف لے آتے ہیں۔(۲۶)

سندھ اور اس کے باشندے

فی الحال سندھ پاکستان کا جنوب مشرقی صوبہ ہے اس کا کل رقبہ قریباً اٹھاون ہزار آٹھ سو اکیس مربع میل اور آبادی تین کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ سندھ کے شمال مغرب میں پنجاب اور بلوچستان کے صوبے ہیں جب کہ مشرق و جنوب میں اس کی حد ہندوستان کے علاقے سے جا ملتی ہیں۔ جنوب مغرب میں بحیرہ عرب کا ساحل ہے جو

---

(۲۶) : i) ابن جریر طبری۔ تاریخ الامم والملوک جلد نمبر 6 صفحہ 290۔ الاستقامیہ بالقاہرہ 1939ء
ii) مسعودی۔ مروج الذہب و معادن الجوہر جلد نمبر 3، صفحہ 307 مطبوعہ مصر 1948ء
iii) ابو الفرج اصفہانی۔ فرزندان ابو طالب صفحہ 35 جلد دوم کتابفروشی علی اکبر علمی ایران
iv) سید فخر الدین۔ قلمی نسخہ سیرت السادات صفحہ 66 بریلی 1896ء (درملکیت قمر سہارنپوری جعفر طیار سوسائٹی کراچی)

قریباً ۱۵۰ میل لمبا ہے۔ سندھ کو وادی مہران کے نام سے بھی جانا جاتا ہے جو کہ ایرانی اور اہل عرب افراد نے دریائے سندھ کو دیا تھا۔ کراچی سندھ کا دارالحکومت ہے جو کہ پاکستان کا سب سے بڑا اور اہم صنعتی و ساحلی شہر ہے۔

سندھ کی تاریخ قدیم ہے کہ جس کے آثار موہن جو دڑو اور کوٹ ڈیجی کی صورت میں دریافت ہو چکے ہیں۔ 1750 قبلِ مسیح سے لے کر ۵۰۰ قبلِ مسیح تک کی تاریخ ابھی پردہ گمنامی میں ہے جب کہ ۵۰۰ قبلِ مسیح ایران کے بادشاہ دارا اول نے اس علاقے کو ایران میں شامل کیا (۲۷)۔ محمد بن قاسم 94ھ کو اسی سندھ کے علاقے دیبل پہنچا تھا کہ جس کی وجہ سے اسے باب الاسلام کہا جانے لگا کہ جیسا کہ ہم اس مسئلہ پر اس مقالے کے باب دوم میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔

اموی اور عباسی خلفاء کے ادوار میں یہاں مخلوط قسم کا رواج تھا' یہی وجہ ہے کہ اموی و عباسی خلفاء کے سکّے بھی یہاں کے غیر اسلامی اہل حکومت کے سکوں کے ساتھ رائج تھے۔ خراسان سے کابل تک کا علاقہ پنجاب و سندھ و لایت عراق و عجم میں شامل تھا۔ اموی خلفاء کی طرف سے یہاں دو حاکم ہوتے تھے ایک حاکم خراسان اور

---

(۲۷): سید قاسم محمود۔ انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا صفحہ 566۔ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی 1998ء

دوسرا حاکم کابل جو کہ پنجاب و سندھ کا بھی والی ہوتا تھا۔ (۲۸) عہد عباسی میں یہاں تین علاقوں میں مقرر والی کیے گئے تھے:

i) خراسان

ii) سیستان

iii) توران و مکران

آج سے اگر قریباً بارہ سو سال قبل ہم سندھ کو جغرافیائی حیثیت سے دیکھیں تو یہ ایک وسیع و عریض علاقہ تھا کہ جس کو ہند کا نام بھی دیا جاتا تھا کہ جیسا کہ ہم اسی مقالہ کے باب اول میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ الغرض سندھ کو یہاں کے امراء نے تیرہویں صدی ہجری میں افغان قبائل سے بزور شمشیر چھین لیا۔ 1936ء کو سندھ کی تقسیم مزید عمل میں آئی اور بمبئی اس علاقے سے کٹ گیا پس سندھ تقسیم ہوتے ہوتے موجودہ رقبہ تک پہنچا اور اب بھی سندھ کو مزید تقسیم کرنے کی کوشش جاری ہیں۔ جیسا کہ ہم اس مقالہ کے باب دوم میں بحث کر چکے ہیں کہ سندھ اہلِ بیت رسولؐ کے چاہنے والوں کا خطہ شمار کیا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ بعض سادات بنی امیہ اور بنی

(۲۸): سید قاسم محمود۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ 180۔ شاہکار بک فاؤنڈیشن ناظم آباد کراچی اشاعت اول

عباس کے مظالم سے تنگ آکر سندھ کر رخ کرتے تھے اور یہاں کے لوگ چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں اور اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ہی ایسا کیوں نہ کرتے ہوں ان آنے والے افراد کو تحفظ فراہم کرتے تھے لہذا حضرت عبداللہ شاہ غازی نے بھی سندھ کا رخ کیا کہ جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سندھ کا گورنر عمر بن حفص آلِ رسولؐ سے خصوصی عقیدت رکھتا تھا کہ جس کی بنیاد پر اکثر اہل تاریخ نے لکھا کہ وہ (گورنر عمر بن حفص) شیعہ تھا۔ (۲۹)

شاہ غازی کی سندھ آمد

محمد نفس زکیہ نے اپنے فرزند عبداللہ اشتر المعروف عبداللہ شاہ غازی کو چند افراد کے ساتھ بصرہ بھیجا اور ہدایت کی کہ وہاں سے نہایت عمدہ تیز رفتار گھوڑے خرید کر گورنر سندھ عمر بن حفص کے پاس چلے جانا۔ (۳۰) عمر بن حفص کے پاس بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ اہل بیت رسولؐ سے محبت رکھتا تھا کہ جیسا کہ ہم پچھلے عنوان کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں پس عبداللہ اشتر 144ھ کو سندھ تشریف لائے (۳۱) محمد نفس زکیہ کا عبداللہ اشتر (عبداللہ شاہ غازی) کو سندھ بھیجنے کا مقصد اپنے خروج میں یہاں کے

---

(۲۹): ابن خلدون۔ تاریخ ابن خلدون جلد سوم صفحہ 198 مطبوعہ 1285ھ

ii) ابن اثیر۔ الکامل فی التاریخ جلد پنجم صفحہ 30 دارالفکر بیروت 1978ء

(۳۰): ابن اثیر۔ الکامل فی التاریخ جلد نمبر 5 صفحہ 30 مطبوعہ دارالفکر لبنان 1978ء

(۳۱): اعجاز الحق قدوسی۔ تاریخ سندھ جلد اول صفحہ 262 مرکزی اردو بورڈ لاہور 1971ء

افراد کو شامل کرنا تھا۔ حضرت عبداللہ شاہ غازی اپنے عم ابراہیم کے پاس بصرہ آئے اور یہاں انہوں نے بہت سے اعلیٰ قسم کے گھوڑے خریدے کیونکہ سندھ میں عمدہ گھوڑوں کی نہایت قدر و قیمت تھی اور اس طرح یہ مدینہ سے مختلف علاقوں کا سفر کرتے ہوئے سندھ میں داخل ہوئے (۳۲) یہاں آکر انہوں نے گورنر سندھ عمر بن حفص کے دربار میں حاضری دی اور اس سے کہا کہ میں آپ کے پاس ایسی شے لے کر آیا ہوں کہ جس میں دین و دنیا دونوں میں آپ کی بھلائی ہے۔ آپ ان دو شرائط پر امان دیں کہ جس غرض سے ہم آپ کے پاس آئے ہیں آپ اسے قبول فرمالیں اگر قبول نہ کریں تو آپ اس وقت تک اس معاملہ کو بالکل پوشیدہ رکھیں جب تک ہم آپ کے پاس ہیں۔ گورنر سندھ عمر بن حفص نے ان کو امان دی اور اس نے محمد نفس زکیہ کا بھرپور ساتھ دینے کا وعدہ بھی کرلیا۔ عبداللہ شاہ غازی کے لئے حکم دیا گیا کہ انہیں ہمارا مہمان بنایا جائے چنانچہ وہ اسی کے پاس رہنے لگے۔ گورنر سندھ عمر بن حفص نے اپنے خاندان، خاص امراء اور اپنے علاقے کے اکابر افراد کو محمد نفس زکیہ کی حمایت کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کرلیا اور عبداللہ شاہ غازی کی بڑی عزت و خاطر

---

(۳۲): ابوالفرج اصفہانی۔ فرزندان ابوطالب جلد دوم صفحہ 35 چاپخانہ علی اکبر علمی تہران

مدارات کیں۔اب ان سب نے سفید جھنڈے اور نشانات اختیار کئے۔ سفید قبائیں اور سفید لباس پہننا شروع کیا اور بنی عباس کے سیاہ جھنڈوں اور لباس کو اتار دیا کیونکہ سفید پرچم ہی اہل بیت رسول کا پرچم تھا۔(۳۴)

شاہ غازی کو نفس ذکیہ کے قتل کی خبر دینا

محمد نفس زکیہ کے خروج کے کچھ ہی عرصہ بعد بصرہ سے ایک تباہ شدہ جہاز سندھ آیا۔اس میں گورنر سندھ عمر بن حفص کی زوجہ کا ملازم ایلچی گورنر کے نام ایک خط لایا کہ جس میں اسے محمد نفس زکیہ کے قتل کی اطلاع دی گئی تھی۔ گورنر عمر بن حفص نے عبداللہ شاہ غازی سے محمد نفس زکیہ کے ساتھ ہونے والے واقعہ کو بیان کیا اور کہا کہ میں نے آپ کے والد کی حمایت کا یقین دلایا تھا لیکن اب ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آگیا۔ کہ جس پر فوراً عبداللہ شاہ غازی نے فرمایا کہ اب منصور کو میرے بارے میں بھی علم ہو چکا ہو گا کیونکہ میرا معاملہ شہرت پذیر بن گیا ہے لہذا اب تم جیسا مناسب خیال کرو

---

(۳۴): سید محمد مہدی۔ لواعج الاحزان جلد دوم صفحہ 159۔ انصاف پریس لاہور

اپنے لیئے راستہ اختیار کرو چاہے میری حفاظت کرو یا اس سے دست بردار ہو جاؤ۔ عمر بن حفص نے تجویز پیش کی کہ سندھ کا ایک بڑا رئیس ہے کہ جس کی جائیداد وسیع اور ملازم کثیر ہیں یہ باوجود شرک کے حضرت محمد مصطفیٰؐ کی حد درجہ تعظیم کرتا ہے اور اپنے وعدے کا پکا ہے۔ آپ اس کے پاس رہائش اختیار کرلیں اور اس کے ساتھ قیام کی حالت میں آپ پر کسی کی دسترس نہیں ہو سکے گی پس عبداللہ شاہ غازی نے فرمایا کہ جو آپ مناسب خیال کرتے ہوں اس پر عمل کریں۔ عمر بن حفص نے اپنی تجویز پر عمل کیا اور حضرت عبداللہ شاہ غازی اس رئیس کے پاس رہنے لگے۔ اس رئیس نے ان کی بڑی عزت و تعظیم، خاطر داری اور تواضع کی۔

شاہ غازی اور ان کے حمایتی

اب اہلِ بیتِ رسولؐ سے محبت رکھنے والے رفتہ رفتہ ان کے پاس پہنچ کر قیام پذیر ہونے لگے اسی طرح تقریباً چار سو اچھے ذی اثر، مدبر، بہادر اور اہل علم ان کے پاس جمع ہو گئے۔ (۳۴) سندھ کے رہنے والے اولاد رسولؐ سے والہانہ محبت رکھتے تھے لہذا

---

(۳۴) i) تاریخ طبری الجزء السادس صفحہ 290 مطبعہ الاستقامہ مصر 1939ء

ii) آئینہ حقیقت نما اکبر شاہ خان نجیب آبادی صفحہ 147 طبع اول 1920ء طبع ثالث کراچی 1983ء

دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑی جماعت تیار ہوگئی۔ عبداللہ شاہ غازی اس جماعت کی معیت میں سیر و شکار کے لئے شہزادگان کی طرح پوری شان و شوکت کے ساتھ سواری میں نکلتے تھے اور اسی طرح وہ اپنا وقت گزارا کرتے تھے۔ (۳۵)

شاہ غازی اور گورنر سندھ عمر بن حفص

۱۴۲ھ کو عیینہ بن موسیٰ بن کعب (جو کہ اس وقت گورنر سندھ تھا) نے خلیفہ منصور کے خلاف سازش شروع کی اور جب منصور کو اس کی خبر ہوئی تو وہ دارالخلافہ سے بصرہ آیا اور یہاں سے عمر بن حفص بن عثمان بن قبیصہ بن ابی صفرہ کو سندھ کی سند عاملی (گورنر نامہ) دے کر عیینہ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کر دیا چنانچہ عمر بن حفص سندھ پہنچ کر عیینہ سے لڑا اور کامیابی کے ساتھ سندھ پر قابض ہو گیا۔ عمر بن حفص ایک بڑا پہلوان شمار کیا جاتا تھا غالباً یہی وجہ ہے کہ اسے الف رجل (ہزار مرد) کے لقب سے یاد کیا جاتا رہا ہے۔ (۳۶)

جب محمد نفس زکیہ اور ابراہیم دونوں قتل ہو گئے تو عبداللہ شاہ غازی کی اطلاع

---

(۳۵) سید سلیمان ندوی۔ تاریخ سندھ حصہ اول صفحہ 152 مطبوعہ 1947ء

(۳۶): تاریخ ابن خلدون صفحہ 249 اجزا الثالث، دار الفکر بیروت لبنان 1988ء

منصور کو ہوئی۔ منصور نے اسے بڑی اہمیت دی اور فوراً ایک مکتوب گورنر سندھ عمر بن حفص کو لکھا کہ جس میں سخت برہمی کا اظہار تھا۔ عمر بن حفص نے اپنے تمام اہم رشتہ دار افراد کو مدعو کر کے مکتوب سنایا اور کہا کہ اگر میں عبداللہ اشتر (عبداللہ شاہ غازی) کے والد محمد نفس زکیہ کی حمایت کا اقرار کرتا ہوں تو وہ منصور مجھے فوراً معزول کر دے گا اگر اس کے پاس جاؤں تو قتل کرا دے گا اگر مقابلہ کروں تو وہ مجھے لڑائی کے لئے قبول کرلے گا۔ عمر بن حفص کے خاندان کے ایک رئیس فرد نے کہا کہ "تم نفس زکیہ کی حمایت اور عبداللہ اشتر کو پناہ دینے کی تمام ذمہ داری میرے سر پر ڈال دو اور اس وقت اس کی اطلاع منصور کو لکھ بھیجو نیز فوری طور پر مجھے گرفتار کر کے بیڑیاں پہنا دو اور مجھے قید کر دو پس وہ یقیناً میری حاضری کا حکم دے گا تو مجھے بھیج دینا میرا خیال ہے کہ سندھ میں جو قوت و دبدبہ تم کو حاصل ہے نیز بصرہ میں تمہارے خاندان کا جو اعزاز ہے اس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے وہ میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرے گا' عمر بن حفص نے کہا کہ تمہارا خیال غلط ہے مجھے تمہارے متعلق اس کے بالکل برعکس معاملہ کا اندیشہ ہے۔ وہ رئیس کہنے لگا کہ اگر میں مارا جاؤں تو میں بخوشی اس کے لئے بھی تیار ہوں کہ

میری جان تم پر قربان ہو جائے اگر زندہ رہا تو یہ عطیہ خداوندی سمجھوں گا۔ عمر نے اس کو قید کر دیا اور عمر بن حفص نے منصور کو اس کی اطلاع کر دی کہ جس پر منصور نے اس رئیس کو طلب کر کے قتل کرا دیا کہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ منصور کسی ایسے فرد کو بھی زندہ نہ چھوڑتا جس پر اسے خفیفہ سا بھی شک ہو جاتا چنانچہ گورنر سندھ عمر بن حفص کے متعلق بھی منصور کو شکوک و شبہات نے گھیر لیا بالآخر عمر بن حفص کے معاشرے میں اثر و رسوخ ہونے کے باعث منصور عمر بن حفص کو قتل یا قید تو نہ کر سکا البتہ اس کا تبادلہ سندھ سے افریقہ کر دیا گیا (۳۷) اور اس کی جگہ سندھ کا گورنر ہشام بن عمرو تغلبی کو بنا دیا گیا۔

شاہ غازی اور گورنر سندھ ہشام

گورنر سندھ عمر بن حفص کو معزول کرنے سے قبل منصور کو فکر یہ تھی کہ سندھ کا گورنر کسے بنایا جائے؟ ایک مدت تک یہ غور کرتا رہا کہ کسے سندھ کا عامل / والی مقرر کیا جائے؟ کبھی کسی کا نام لیتا تو کبھی کسی کا نام زیرِ غور آتا۔ ایک دن سیر کے لئے جا رہا تھا

---

(۳۷): i) تاریخ الطبری الجزء السادس صفحہ 291 مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت
ii) تاریخ ابن خلدون جلد نمبر 3 صفحہ 199 مطبوعہ 1285ھ
iii) ابن اثیر۔ الکامل فی التاریخ جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 30 دارالفکر بیروت 1978ء
iv) ابن کثیر۔ البدایہ والنہایہ جلد نمبر 10 صفحہ 108 مطبوعہ مصر

کہ ہشام بن عمرو تغلبی ان کے ہمراہ تھا جب تک منصور دوانیقی اس روز سواری میں رہا اسے غور سے دیکھتا رہا۔ اپنی قیام گاہ واپس آکر جب منصور سے ہشام بن عمرو نے بازیابی کی اجازت چاہی تو منصور نے کہا کہ ابھی میرے ساتھ تھا ملنے کی کیا ضرورت پیش آئی ؟ بالآخر منصور ایک کرسی منگا کر اس پر بیٹھ گیا اور ہشام بن عمرو تغلبی کو طلب کیا تو ہشام نے مدعا بیان کیا کہ جب سواری سے میں اپنے مکان واپس گیا تو میری بہن میرے سامنے آئی اس کے حسن و جمال اور ذہانت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ تو صرف خلیفہ کے لائق ہے پس اسے آپ کی نذر کروں۔ منصور دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا اور پھر کہا کہ اچھا اس وقت ہشام تم جاؤ جو فیصلہ ہو گا اس کے متعلق میرا حکم تم کو مل جائے گا۔ اس کے جانے کے بعد منصور نے اپنے معتمد خاص ربیع کو خطاب کر کے کہا کہ اگر بنی تغلب کی برائی میں یہ شعر

لا تطلبن خوولہ فی تغلب

فالزنج اکرم منھم اخوالا (۳۸)

(بنی تغلب میں کبھی اپنا ننھیال مت بنانا کیونکہ ننھالی رشتہ دار کی حیثیت میں زنگی

---

(۳۸): تاریخ الطبری صفحہ 290 الجزا السادس منشورات الاعلمی للمطبوعات بیروت

ان سے بہتر ہیں)

نہ ہوتا تو میں ضرور ہشام بن عمرو تغلبی کی بہن سے شادی کر لیتا مجھے خدشہ ہے کہ اگر اس سے میری اولاد ہوئی تو اس شعر کی وجہ سے ان کو عار آئے گی پس ربیع تم جاؤ اور اس سے جا کر کہو کہ خلیفہ کہتا ہے کہ اس رشتہ ازدواج کے علاوہ اگر خلیفہ سے کچھ چاہتے ہو تو بیان کرو خلیفہ منصور اس کے قبول کرنے میں دریغ نہ کریں گے اور اگر آئندہ خود مجھے اس رشتہ مناکحت کی ضرورت ہو گی تو میں تمہاری تجویز قبول کروں گا خدا تم کو جزائے خیر دے میں خوش ہو کر تم کو سندھ کا والی مقرر کرتا ہوں۔ روانگی کے وقت ہشام بن عمرو تغلبی کو یہ ہدایت دی گئی کہ جس رئیس نے عبداللہ اشتر (عبداللہ شاہ غازی) کو پناہ دے رکھی ہے اس سے عبداللہ کو طلب کرنا اگر رئیس اس کو تمہارے حوالے نہ کرے تو جنگ کرنے میں تامل نہ کرنا چنانچہ ہشام نے ایسا کرنے کی حامی بھری۔ شروع میں سندھ آخر ہشام بن عمرو تغلبی کا دل نہ چاہا کہ وہ عبداللہ شاہ غازی کو پکڑ لے مگر دکھاوے کے طور پر وہ اپنے ساتھی افراد سے کہتا رہا کہ میں رئیس سے اس معاملہ میں خط و کتابت کر رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ صلح و آشتی سے کام نکل آئے اس وجہ

سے میں اپنی تحریر میں نرم لہجہ اختیار کیئے ہوئے ہوں تاکہ جنگ کی نوبت نہ آنے پائے۔ ہشام بن عمرو دراصل جب سندھ آیا اور یہاں آکر اس نے عبداللہ شاہ غازی کا اثر ورسوخ دیکھا تو ہمت جواب دے گئی اور ہشام مسلسل ٹالتا رہا پس منصور کو اس کے اس دانستہ تساہل کی مسلسل اطلاع ملیں تو منصور نے اپنے خط میں اس معاملہ کے لئے بار بار اسے اصرار سے لکھا کہ اپنے منصوبہ پر جلد عمل کرو۔

شاہ غازی کی سندھ میں تبلیغ

عبداللہ شاہ غازی نے سندھ آکر اسلام کی تبلیغ شروع کی اور یہاں کے لوگوں کو حکمِ خدا اور فرمانِ رسولؐ سے آگاہ کیا یہاں تک کہ لوگوں کو بتایا کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا؟ اس طرح بڑے پیمانے پر سندھ میں سب سے پہلے اسلام کی تبلیغ کا سہرا آپ ہی کے سر ہے اور آپ سندھ کے سب سے قدیم بزرگ اور اولین صوفی قرار دیئے گئے۔ (۳۹) اس طرح متعدد غیر مسلم اسلام کے دائرہ میں داخل ہوئے۔ تعلیماتِ

(۳۹ i) پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید۔ تصوف اولیائے ملتان شریف اور تحریک پاکستان صفحہ 136 اولیاء اکیڈمی پاکستان 1991ء

ii) پروفیسر ڈاکٹر ناصرالدین۔ بزرگان کراچی صفحہ 24 غضنفر اکیڈمی کراچی 1993ء

اسلام کے ساتھ ساتھ آپ نے یہاں کے لوگوں کو بنی عباس کے مظالم سے آگاہ کیا اور منصور نے جو مظالم و تشدد اپنے مخالفین پر کیئے ان کی تفصیل بھی عوام الناس کو بتائی۔ اہل سندھ منصور کے خلاف ہونے لگے اور عبداللہ شاہ غازی کے گرد ان کے احباب کا وسیع حلقہ بن گیا۔ اگر کوئی جلد باز شخصیت ہوتی تو شاید وہ منصور کے خلاف فوراً قیام وخروج کر دیتی لیکن یہ شاہ غازی ہی کی مصلحت شناسی تھی کہ آپ خاموش مبلغ کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

شاہ غازی کا قتل

عبداللہ شاہ غازی کی تبلیغ کا اثر سندھ کے رہنے والوں پر یہ ہوا کہ بعض افراد نے عباسی گورنر ہشام بن عمرو تغلبی کے خلاف آواز بلند کی چنانچہ ہشام بن عمرو تغلبی نے اپنے بھائی سفنجا کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا یہ اپنی فوج لے کر اس سمت چلا کہ جس جگہ گورنر سندھ کے خلاف اعلانِ جنگ کیا گیا تھا بالاتفاق وہ جگہ اس رئیس کی

سرحد سے ملحق تھی کہ جس نے عبداللہ شاہ غازی کو پناہ دے رکھی تھی۔ سفنجا بڑھے چلے جارہا تھا کہ اسے ایک غبار بلند ہوتا نظر آیا دراصل یہ غبار عبداللہ شاہ غازی اور اس کے ہمراہ عقیدت مند افراد کی سواری کا تھا لیکن سفنجا کو یہ خیال گزرا کہ یہ اسی دشمن کا لشکر ہے کہ جس کے مقابلہ پر جارہا ہوں پس اس خیال کی بناء پر دریافت حقیقت کے لیۓ اس نے اپنے سپاہی روانہ کیۓ کہ جنہوں نے واپس آکر بتایا کہ یہ وہ دشمن تو نہیں کہ جس کے مقابلہ کے لیۓ ہم جارہے ہیں البتہ یہ عبداللہ اشتر اور ان کے ساتھی ہیں۔ یہ سنتے ہی سفنجا نے ان کی گرفتاری کے لیۓ اس سمت جانے کا ارادہ کر لیا اگرچہ اس کے بعض سپاہی افراد کا موقف یہی تھا کہ یہ اولادِ رسولؐ سے ہیں اور آپ خود جانتے ہیں کہ آپ کے بھائی ہشام بن عمرو نے عمداً ان سے کنارہ کشی اختیار کی ہوئی ہے علاوہ بریں وہ آپ کے مقابلہ پر بھی نہیں بلکہ محض سیر و شکار کے لیۓ نکلے ہیں اور آپ خود بھی ان کے مقابلے کے لیۓ نہیں آۓ بلکہ مناسب ہے کہ آپ ان سے الگ ہی رہیں اور ان کو نہ چھیڑیں سفنجا نے کہا کہ

"میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا ان کو پکڑ کر ان کی گرفتاری اور

قتل کو منصور کی خدمت میں ذریعہ تقرب بنالے لہذا میں خود ہی کیوں
نہ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤں۔"

عبداللہ شاہ غازی کے ہمراہ اس وقت قریباً دس افراد تھے۔ سفنجا ان کی طرف بڑھا اور ان پر حملہ کر دیا۔ عبداللہ شاہ غازی اپنے ساتھی افراد کے ساتھ بہادری سے لڑے اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ (۴۰) ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ بچا جو اس واقعہ کی تفصیلات سے عوام الناس کو آگاہ کرتا پس ہشام بن عمرو تغلبی نے اس واقعہ کی اطلاع ایک خط کے ذریعہ منصور دوانیقی کو دی اور اس میں ظاہر یہ کیا کہ میں خود اس سے مقابلہ پر تھا۔ منصور نے اپنے جواب میں اس کی اس کارروائی کو خوب سراہا اور ہدایت کی کہ اب تم اس رئیس سے جنگ کرو جس نے عبداللہ اشتر (عبداللہ شاہ غازی) کو پناہ دی تھی چنانچہ ہشام نے رئیس سے جنگ کی اور رئیس ہار گیا اس طرح اس رئیس کی تمام جائیداد ہشام نے ضبط کر لی۔ حضرت عبداللہ شاہ غازی کی شہادت کا یہ واقعہ ۱۵۱ھ کو پیش آیا کہ جس پر تمام اہل تاریخ متفق ہیں۔ (۴۱)

(۴۰): i) تاریخ ابن خلدون جلد سوم صفحہ 199 مطبوعہ قدیم 1285ھ

ii) تاریخ الطبری الجزا السادس صفحہ 291 موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت

(۴۱): i) تاریخ الطبری الجزا السادس صفحہ 291 موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت

ii) ابن اثیر۔ الکامل فی التاریخ۔ الجزا الخامس صفحہ 31 دارالفکر بیروت 1978ء

iii) ابن کثیر۔ البدایہ والنہایہ۔ الجزا العاشر صفحہ 108 مطبعۃ السعادۃ مصر

iv) رحیم داد خان مولائی شیدائی۔ جنت السند صفحہ 124 سندھی ادبی بورڈ 1958ء

v) شاہ ماما میاں قادری۔ سوانح عمری لال شہباز قلندر صفحہ 147 امین برادرس کراچی

(vi) M.H. Panhwar, Chronologial Dictionary of Sind- Page 161 Institute of Sindhology msh ro 1983

پس ان کا سر تن سے جدا کر کے منصور کے پاس بغداد بھیج دیا گیا (۴۲) اور بقیہ جسم کو بعد میں شاہ غازی کے چاہنے والوں نے ایک پہاڑی پر دفن کر دیا۔ جو کہ آج بھی کراچی کے خوبصورت ساحلِ سمندر کلفٹن میں ایک پہاڑی پر دفن ہے اور ان کا مزار مرجع خلائق ہے۔ شاہ غازی کا سر کہاں دفن ہے؟ وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ قیاس کیا جاتا ہے کہ جنت البقیع مدینہ منورہ میں دفن ہے۔

ازواج واولاد

عبداللہ شاہ غازی نے سندھ کر ایک کنیز کو اپنی زوجیت میں لیا کہ جس سے آپ کا ایک فرزند محمد کابلی پیدا ہوا۔ (۴۳) شاہ غازی کی شہادت کے بعد عباسی حکومت نے ان کے اہل و عیال کی تلاش شروع کر دی اور جب یہ یقین ہو گیا کہ آپ کی زوجہ اور فرزند سندھ میں ہی موجود ہیں تو تلاش کے بعد گورنر سندھ ہشام بن عمرو

---

(۴۲) : i) ابوالفرج اصفہانی۔ مقاتل الطالبین صفحہ 312 داراحیاء الکتب العربیہ قاہرہ 1949ء

ii) شیخ عباس قمی۔ منتھی الآمال جلد اول صفحہ 251 کتابفروشی اسلامیہ تہران

iii) Dr Mumtaz Husain Pathan- Sind Arab period- page 413- hyderabad 1978.

iv) S. Athar Abbas Rizvi- A Socio-intellectual History of the Isna Ashari Shi`is in India - Page 141- vol.1- Australia 1986.

(۴۳): ابن عنبہ۔ عمدۃ الطالب صفحہ 106 طبع ثانی انتشارات الرضی قم 1380ھ

تغلبی نے ایک فوجی دستہ کی نگرانی میں ان کو بغداد منصور کے پاس بھجوادیا۔

(۴۴) چند روز ان کو بغداد میں شاہ غازی کے سر کے ساتھ ہی رکھا پھر ان کو مدینہ منورہ بھجوادیا گیا۔ ابوالحسن محمد علوی نے طویل عمر پائی اور انہیں سے محمد نفس زکیہ کی نسل آگے چلی (۴۵) بقول عمدۃ الطالب محمد علوی (محمد کابلی) کے پانچ فرزند ہوئے:

i) طاہر

ii) علی

iii) احمد

iv) ابراہیم

v) حسن اعور جواد

اور محمد علوی کی نسل حسن اعور جواد سے چلی کہ جن کی چار فرزند بتائے جاتے ہیں:

i) ابو جعفر محمد

ii) ابو عبداللہ حسین

---

(۴۴): i) تاریخ الطبری الجزء السادس صفحہ 291 مطبعۃ الاستقامہ قاہرہ 1939ء

ii) M. H. Panhwar - Chronologial Dictionary of Sind Page 161 Institute of Sindhology Jamshoro 1983.

(۴۵): i) شیخ عباس قمی منتہی الآمال جلد نمبر 1 صفحہ 251 کتابفروشی اسلامیہ تہران

ii) سید صفدر حسین نجفی۔ احسن المقال جلد نمبر 1 باب 4 فصل 6-1 امامیہ پبلی کیشنز لاہور 1989ء

iii) ابو محمد عبداللہ

iv) قاسم

مزار

عبداللہ شاہ غازی کا مزار پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی کے ساحلِ سمندر کلفٹن کی ایک پہاڑی پر واقع ہے جہاں صبح وشام زائرین کا مجمع رہتا ہے کہ جسے قدیم زمانہ میں مہران کی وادی (۴۶) جبالِ علج (۴۷) اور قشمیر (۴۸) بھی کہا جاتا تھا۔ وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے کہ مزار کی ابتدائی تعمیر کب ہوئی؟ کہ جس کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اسلامی تاریخ میں چوتھی صدی ہجری تک قبروں کو تعمیر کرنے کا کوئی خاص رواج نہ تھا اور عموماً مزار کھلے اور خام ہوتے تھے لہذا قیاس کیا جاتا ہے کہ مقبرہ کی تعمیر پانچویں صدی ہجری میں ہوئی کہ جیسا کہ ایرانی سیاح خواجہ حسن کی یادداشت سے واضح ہوتا ہے نیز ۱۲۱۱ھ کو انگریز سیاح ہملٹن یہاں آیا تھا کہ جس نے اپنی ڈائری میں لکھا تھا کہ

---

(۴۶) : i) تاریخ الطبری الجزء السادس صفحہ 291 سطر 9 مطبعۃ الاستقامہ قاہرہ 1939ء

ii) معجم البلدان المجلد السابع صفحہ 209 الطبعۃ اولی 1906ء مصر

iii) ابن خردازبہ (عبیداللہ) متوفی 300ھ المسالک والممالک صفحہ 62 بغداد 1889ء

iv) زکریا قزوینی۔ آثار البلاد واخبار العباد صفحہ 95 بیروت 1960ء

v) بشاری مقدسی۔ احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم۔ صفحہ 479 بغداد 1906ء

(۴۷): ابن عنبہ۔ عمدۃ الطالب صفحہ 105 طبع ثانی انتشارات الرضی قم 1380ھ

(۴۸): ابن ذہبی متوفی 748ھ تاریخ الاسلام صفحہ 272 دار الکتاب العربی بیروت 1991ء

کوئی درویش یہاں قیام پذیر ہوگا کہ جس کا یہ مقبرہ معلوم ہوتا ہے۔ البتہ موجودہ مقبرہ عبداللہ شاہ غازی کے عقیدت مند افراد نے تعمیر کرایا جو کہ جدید قسم کے ٹائلز سے مزین ہے اور یہ تعمیر ۱۹۷۰ء کی ہے جب کہ حالات کے مطابق اس میں ردوبدل ہوتا رہتا ہے۔ قبر تک پہنچنے کے لئے سیڑھیوں کا سہارا لینا پڑتا ہے جو کہ انتہائی اعلیٰ بنی ہوئی ہیں اور چڑھنے والے کو تھکان کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ عبداللہ شاہ غازی کے مزار ہی کے احاطے میں شیخ بابا اور شیخ عیسیٰ معصوم پاک کی قبریں بھی ہیں کہ جن کے بارے میں حقیقتِ حال عنقاء ہے البتہ بانی پاکستان محمد علی جناح کی ہمشیرہ شیریں جناح کی قبر بھی بعض دیگر قبور کے ساتھ موجود ہے۔

حضرت عبداللہ شاہ غازی کی قبر دیکھنے والا با آسانی یہ بات محسوس کر سکتا ہے کہ وہ عام قاعدہ کے مطابق شمال و جنوب کی جانب نہیں اور سرہانہ پوری طرح قبلہ رخ نہیں کہ جس کی بنیادی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے مریدین نے آپ کی لاش کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی اور اسی فکر و عجلت میں وہ دفن کرتے وقت سمت کا پورا خیال نہ رکھ سکے نیز بعید نہیں کہ شاہ غازی کا لاشہ غیر مسلم مقامی افراد نے دفنایا ہو کہ

جس کی وجہ سے آپ قبلہ رخ دفن نہ ہو سکے۔ یہ مزار محکمہ اوقاف سندھ حکومتِ پاکستان نے ۱۳۸۱ھ کو اپنی زیر نگرانی لیا کہ جہاں ہر سال ۲۰،۲۱ اور ۲۲ ذوالحجہ کو عرس منایا جاتا ہے۔ قیام پاکستان سے قبل بھی کلفٹن (ہوابندز) پر سالانہ میلہ لگا کرتا تھا کہ جس کا اعتراف انگریز مؤرخ الیگزینڈر بیلی (Alexander Baillie) نے اپنی کتاب مطبوعہ ۱۸۹۰ء کو کیا ہے چنانچہ وہ واضح طور پر لکھتا ہے کہ

"...... where a two days fair is held by the Muhammadans, in honour of a saint so-called festivals are also held at Clifton..."(49)

نیز سندھ کے عظیم مؤرخ مانے جانے والے ڈاکٹر داؤد پوتہ اگرچہ مدفون شخصیت کے نام سے اختلاف کرتے ہیں مگر اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ قبر قریباً چودہ سو سال پرانی ہے پس وہ لکھتے ہیں کہ

"در میان گسری بندر و کلفٹن (Clifton) مقبرہ ایست باسم مقبرہ عبداللہ شاہ کہ عامہ گویند بالکشر اسلام برای فتح سند آمدہ بود۔ همانا آن قبر عبید اللہ بن نبهان است کہ

(49) : Kurrachee - Page 188 - Kent and Co - London 1890.

حجاج اورا قبل از بدیل طھفہ برای تسخیر دیبل فرستادہ بود''۵۰

شاہ غازی اور انگریز مورخ کی تحقیق

برطانیہ کا انگریز مورخ پیٹر مینن (Peter Mayne) حضرت عبداللہ شاہ غازی پر تبصرہ کرتے ہوئے واضح طور پر لکھتا ہے کہ

"...I believe let me command Ghazi Baba to you-

He has the advantage of being very near to hand

too, Right here in Karachi"...

آگے چل کر مزید لکھتا ہے کہ

"..He insists, by the way that Ghazi Baba is

eighty century, which would be very very early for a

muslim Saint"..(51)

شاہ غازی اور جدید قلم کار

یہ حقیقت ہے کہ حضرت عبداللہ شاہ غازی پر تحقیقی کام اس طرح نہ ہو سکا کہ جس

---

(۵۰) : چچ نامہ محشی ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ صفحہ 255 مجلس مخطوطات فارسیہ حیدر آباد دکن 1939ء

(51) : Saints of Sind - Page 15 - John Murray publishers limited - London (U K) 1956.

طرح بعض دیگر صوفیاء و اولیائے سندھ پر ہوا بلکہ ہوا ہی نہیں کہ جس کی بنیادی

طور پر تین وجوہ سمجھ میں آتی ہیں:

۱) مضبوط حکومتِ وقت کے خلاف قیام کیا کہ جس کی وجہ سے بنی عباس کے دور میں اہلِ علم خوف کے سبب ان پر تحقیقی کام نہ کر سکے اور بنی عباس کا دور ختم ہونے کے بعد چونکہ معاملہ ٹھنڈا ہو چکا تھا لہذا اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی۔

۲) اپنے پیچھے مشہور اور بڑے نامور مریدین کا سلسلہ نہیں چھوڑا کہ وہ ان کی تعلیمات و نظریات کو آگے بڑھاتے بلکہ معتقدین کی بڑی تعداد غیر مسلم افراد پر مشتمل تھی۔

۳) اپنے پیچھے کوئی تصنیف و تالیف نہیں چھوڑی کہ جس کو مد نظر رکھتے ہوئے ان پر کوئی تحقیقی کام ہو سکتا۔

مذکورہ وجوہ کے باوجود اہلِ قلم نے حضرت عبداللہ شاہ غازی پر کچھ نہ کچھ تحقیقی کام ضرور کیا کہ جس میں بیسویں صدی عیسوی کے نامور سندھی ادیب ڈاکٹر داؤد پوتہ اور انگریز مؤرخ پیٹر مینن (Peter Mayne) بھی شامل ہیں کہ جن کی آراء گزشتہ صفحات میں نقل کر دی گئی ہیں نیز سید سلیمان ندوی در کتاب تاریخ سندھ حصہ اوّل مطبوعہ 1947ء' سید اطہر عباس رضوی در کتاب A Socio Intellectual History of the Isna Ashari Shi'is in India مطبوعہ آسٹریلیا 1986ء ، کراچی یونیورسٹی کے کلیہ معارف اسلامیہ کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید در کتاب ''تصوف' اولیائے مانکی شریف اور تحریک پاکستان مطبوعہ اولیاء اکیڈمی پاکستان 1991ء ڈاکٹر ممتاز حسین پٹھان در کتاب Sindh Arab peri-od مطبوعہ حیدر آباد 1978ء' پروفیسر ڈاکٹر ناصر الدین در کتاب بزرگان کراچی مطبوعہ کراچی 1993ء' اعجاز الحق قدوسی در کتاب تاریخ سندھ جلد اوّل مطبوعہ لاہور 1971ء' مفتی سید محمد جمال الدین کاظمی در کتاب گلِ گلستانِ اہلِ بیت مطبوعہ کراچی 1415ھ' ایم ایچ پنہور (M.H. Panhwar) در کتاب Chronologial

Dictionary of Sind مطبوعہ جامشورو 1983ء اور مفتی محمد طفیل ٹھٹوی در کتاب تحفۃ الزائرین مطبوعہ ٹھٹھہ بھی حضرت عبداللہ شاہ غازی کے بارے میں اپنی آراء سے عوام الناس کو آگاہ کر چکے ہیں کہ جن میں سے اکثر پر ہم گزشتہ صفحات میں بحث کر چکے ہیں تاہم بھارت کے مانا میاں قادری نے بھی حضرت عبداللہ شاہ غازی پر تبصرہ کیا ہے چنانچہ وہ واضح طور پر لکھتے ہیں کہ

"حضرت عبداللہ شاہ غازی جن کا مزار کلفٹن کراچی میں ایک پہاڑی پر واقع ہے اور ان کی تاریخِ شہادت 151ھ ہے اس اعتبار سے یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ پورے سندھ میں کراچی وہ پہلی آبادی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بزرگ اسلام کی اشاعت اور اس کی تبلیغ کے لیے تشریف لائے" (۵۲)

مشہور سندھی ادیبہ حمیدہ کھوڑو حضرت عبداللہ شاہ غازی پر تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ

---

(۵۲) : سوانح عمری حضرت لال شہباز قلندر صفحہ 147۔ امین برادرس کراچی 1970ء

..."The oldest Muslum sherine in the sub-continent was the tomb of Abdullah Shah Ghazi who came with one of the invading Arab forces, carlier than the successful one led by Muhammad bin Qasim in A.D. 711...

آگے مزید لکھتی ہیں کہ

..."He was martyred here and buried on a promon-tory which was some way into the sea off the coast of Karachi"...(53)

سہیل ظہیر لاری حضرت عبداللہ شاہ غازی پر اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

..."It is believed that he is the same as Abdullah shah Ghazi, whose tomp is on the hill overlooking the sea at Clifton in Karachi, which is a popular

---

(53) : Karachi - Page 8 - Oxford University Press Karachi 1997.

place of prayer and worship...(54)

پس تاریخِ طبری جیسی قدیم کتاب سے لے کر جدید اہلِ قلم حمیدہ کھوڑو تک مختلف قلم کار افراد حضرت عبداللہ شاہ غازی پر وقتاً فوقتاً اظہار خیال کر چکے ہیں البتہ ایسے اہلِ قلم کی تعداد انتہائی کم ضرور رہی ہے مگر ناپید نہیں۔

......☆......

(54) : A History of Sindh - Page 35 - Oxford University Press Karachi 1994.

ماحصل

جنوبی ھند میں مغربی ساحل پر اگر پہلے نہیں تو آٹھویں صدی عیسوی کے آغاز میں اور مشرقی ساحل پر دسویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کا ظہور یقیناً ہو گیا تھا نیز یہ کہ وہ جلد ہی تمام ساحل پر پھیل گئے اور مقابلتاً بہت ہی تھوڑے عرصہ میں انہوں نے سیاست اور معاشرے میں بڑا اثر پیدا کر لیا تھا(۱) ایک طرف تو قائدین، وزراء، امراء البحر، سفراء، اور محصلین مالگزاری کے عہدوں پر فائز تھے اور دوسری طرف انہوں نے بہ کثرت لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ اس زمانے سے اہلِ اسلام کا اثر تیزی کے ساتھ بڑھتا گیا اور انہوں نے یہاں آباد ہوتے ہی تبلیغی کوششیں شروع کر دی تھی کیونکہ اسلام اصلاً تبلیغی دین ہے اور ہر مسلمان اپنے دین کا مبلغ ہے بلا شبہ ان میں سے بہت سے افراد کو معزز حیثیت حاصل تھی پس انہوں نے اپنی مذہبی تعلیمات کی اشاعت کی، مساجد بنائیں اور مقابر تعمیر کیئے جو ان کے بزرگانِ دین اور مبلغین کی سرگرمیوں کے مراکز بن گئے۔ یہ بظاہر عوامی لوگ تھے اور ان کا اٹھنا بیٹھنا عام لوگوں ہی کے ساتھ ہوتا

---

(۱): ڈاکٹر تاراچند۔ تمدن ہند پر اسلامی اثرات مترجم محمد مسعود احمد صفحہ 74 لاہور 1984ء

تھا لیکن عوام کے دلوں کو ہاتھ میں لینے اور ان کے جذبات واحساسات کی تہ تک پہنچنے
کے ساتھ ساتھ تبلیغ کے لئے ان کی زبان کا جاننا بہت ضروری تھا پس تاریخ میں ایسے
متعدد سندھی بزرگ افراد کا تذکرہ ملتا ہے کہ جو غلام ہو کر عراق گئے وہاں انہوں نے
عربی سیکھی اور علم وفضیلت میں بڑی شہرت پائی مثلاً سیرت نبوی کے محقق ابو معشر
سندھی جو جنگ میں قید ہو کر بغداد بھیجے گئے تھے وہ اس پائے کے عالم تھے کہ جب ان کا
انتقال 787ء کو ہوا تو جنازہ کی نماز خلیفہ مہدی عباسی نے پڑھائی۔ نیز مشہور صوفی
بزرگ بایزید بسطامی متوفّی 874ء کے استاد ابو علی السندی کا تعلق بھی سندھ ہی سے
تھا(۲) اور برصغیر میں قرآن مجید کا پہلا ترجمہ سندھی زبان میں نویں صدی عیسوی
تک ہو چکا تھا۔ بھنبور سے ملنے والے آثار سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہاں عربی زبان
کے کس قدر گہرے اثرات قائم ہو چکے تھے۔ بالآخر سندھی زبان کا رسم الخط بھی عربی
ہی قرار پایا۔ پس عرب سے آنے والا کوئی مسلمان مبلغ اگر سندھی زبان سے ناواقف
ہوتا تو اسے یہاں ایسے مقامی افراد بآسانی مل جاتے کہ جو سندھی زبان میں اس کا ترجمہ
کرسکتے تھے الغرض یہاں کی چھوٹی موٹی ھندو ریاستوں پر بھی اسلام کے گہرے اثرات

---

(۲): سبط حسن۔ پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء صفحہ 168 کراچی 1975ء

مرتب ہوئے کہ جیسا کہ ہم گزشتہ باب میں نقل کر چکے ہیں کہ سندھ کا ہندو راجا اختلافِ مذہب کے باوجود حضرت عبداللہ شاہ غازی کا احترام ملحوظ خاطر رکھتا تھا۔

حضرت عبداللہ شاہ غازی کے قتل 151ھ / 769ء کے بعد سندھ (ھند) کی سرزمین پر اولیاء کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہ بتانا مشکل ہے کہ اہل ہند نے ان اولیاء کے لئے صوفیاء کا لفظ کب استعمال کیا البتہ اسلام اور اہل عرب کی آمد کے بعد ھندی سندھی نژاد صوفیاء کا وہ سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس کی شاخیں برصغیر پاک و ہند میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں اور ان کی خانقاہیں اور مزارات اب تک مرجع خلائق ہیں (۳) پس یہ بات تعجب انگیز نہیں کہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت زیادہ تر صوفیائے کرام کے ذریعہ ہوئی تاہم اس گروہ کا عمل دخل شمالی ہند میں اہلِ اسلام کی باقاعدہ حکومت کے قیام کے بعد شروع ہوا یہی وجہ ہے کہ سندھ کے حوالے سے تصوف کی ابتداء تیسری صدی ھجری شمار کی گئی ہے اور شیخ بایزید بسطامی کے استاد ابو علی سندھی کو اس کا مبلغ گردانا گیا ہے (۴) لیکن عبداللہ شاہ غازی کے بعد ابو حفص ربیع بن صاحب الاسدی البصری المعروف شیخ حاجی ترابی کو ایک درویش اور محدث کی

---

(۳): ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی۔ اقبال اور مسلک تصوف صفحہ 132۔ اقبال اکادمی لاہور 1977ء

(۴): خواجہ محمد زمان لواری شریف۔ ملوک الکلام صفحہ 35 مترجم نیاز ہمایونی حیدرآباد 1997ء

حیثیت سے سندھ میں رہنے والوں نے خوش آمدید کہا اور 160ھ کو یہیں پر ان کی وفات ہوئی (۵) کہ جن کا مقبرہ ٹھٹھہ سے قریباً دس میل دور تحصیل میرپور ساکرو میں مرجع خلائق ہے بعد ازیں دسویں صدی عیسوی میں مشہور صوفی منصور حلاج بحری راستے سے ھند تشریف لائے اور بری راستے سے شمالی ھند اور ترکستان ہوتے ہوئے واپس تشریف لے گئے۔ گیارھویں صدی عیسویں میں بابا ریحان درویش افراد کی ایک جماعت کے ساتھ بغداد سے بھڑوچ تشریف لائے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اولیاء و صوفیاء کی ایک جماعت ہند سے منسوب ہوگئی کہ جن میں مخدوم بلال تلہٹی متوفیٰ 929ء مکلی، سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش متوفیٰ 465ھ لاہور، منگھو پیر کراچی، بلاول شاہ نورانی ضلع لس بیلہ، خواجہ معین الدین چشتی المعروف خواجہ غریب نواز متوفیٰ 633ھ اجمیر، بختیار کاکی متوفیٰ 633ھ دہلی، شمس تبریز متوفیٰ 645ھ ملتان، شیخ پٹھا دیلی متوفیٰ 666ھ ٹھٹھہ، بابا فرید گنج شکر متوفیٰ 666ھ پاکپتن، بہاء الدین زکریا 661ھ ملتان، سید عثمان مروندی المعروف لعل شہباز قلندر متوفیٰ 673ھ سہون، نظام الدین اولیاء متوفیٰ 725ھ دہلی، شاہ یقیق متوفیٰ 855ھ اڈیوں سندھ،

---

(۵): ڈاکٹر تاراچند۔ تمدن ہند پر اسلامی اثرات صفحہ 78 سطر 17 مطبوعہ لاہور 1964ء

لطیف بری متوفیٰ 964ھ راولپنڈی، عبداللہ شاہ اصحابی متوفی 1060ھ ٹھٹھہ، شاہ عبداللطیف بھٹائی متوفیٰ 1165ھ بھٹ شاہ اور سچل سرمست متوفیٰ 1242ھ درازا خیر پور نمایاں ہیں کہ جن میں سے بعض کہ نظریات ہمیشہ ہی سے اہلِ علم کے درمیان معرکۃ الآراء رہے۔

ابتداء میں مقامی افراد (جن کا مذہب عموماً بدھ مت اور ھندو دھرم تھا) پر اولیاء وصوفیاء کا اثر بالواسطہ اور جستہ جستہ ہوا اور ھندو مذہب کے اندر جو تبدیلیاں پیدا ہوئیں وہ علومِ اسلامیہ کے مطالعہ کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ تبدیلیاں مذہبی درویش افراد کی زبانی تعلیمات وکردار سے ہوئیں۔ اولیاء وصوفیاء وصوفی منش اہلِ اسلام نے باشندگانِ سندھ / ھند کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے زبردست اخلاقی قوت کا مظاہرہ کیا اور رابطہ عوام کے لئے ان کو ملک میں خاص قابل احترام حیثیت بھی حاصل تھی اسی سبب حضرت عبداللہ شاہ غازی نے بھی اپنا مقام غیر مسلم افراد میں بنایا۔ ان اولیاء کے کردار نے ہندو تمدن پر زبردست اثر ڈالا اور بظاہر اس نے ہر چیز کو تہہ وبالا کر دیا۔ ہندو مذہب کو خوفناک صدمہ پہنچا، پجاری اور پنڈت افراد کی سرپرستی کا دور دورہ نہ رہا، ہندو

عمارتیں محض یادگار بن گئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے تیرہویں صدی عیسوی تک شمالی ہند، آسام، کشمیر، وندھیا اور پنجاب جیسے تمام علاقے اہلِ اسلام کے قبضے میں آگئے۔ ہندو اکثریت میں ہونے کے باوجود ان کے زیر اثر رہے۔ اولیاء و صوفیائے اسلام اور ان کے مرنے کے بعد ان کی خانقاہوں کے ذریعہ ہزاروں کی حاجت روائی ہوئی، کتنے خاندان اور گھر میں ان کی وجہ سے چراغ جلتے اور چولہا گرم ہوتا، کتنے خدا کے بندے ان جگہوں سے پیٹ بھر کر کھانا کھاتے اور مختلف انواع واقسام کی لذتوں کا مزہ اٹھاتے، اولیاء وصوفیاء کا یہ دستر خوان آج بھی ایک ایسا خوان ثابت ہوتا ہے کہ جس پر دوست، دشمن، یگانہ بیگانہ، امیر وغریب، اور شہری وپردیسی کی کوئی قید نہیں۔ ان کی تعلیمات وصحبت سے لوگوں میں انسانوں سے بلا تفریقِ مذہب وبلا تخصیصِ نسل ونسب محبت کرنے، ان کی خدمت کرنے اور ان کے درد اور دکھ کو دور کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا۔ ان تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ بزرگانِ دین کی کرامات نے بھی لوگوں پر اچھا اثر چھوڑا۔ چنانچہ جب کوئی بیمار ہوتا یا کسی پریشانی میں مبتلا ہوتا تو دعا و تعویذ کے لئے انہیں حضرات کی طرف رجوع کیا جاتا۔ ان کے انتقال کے بعد انہیں کے مقابر مرجعِ

خلائق بن گئے کہ جن پر جاکر دعائیں اور منتیں مانی جانے لگی۔ آج بھی حضرت عبداللہ شاہ غازی کے مزار کے نیچے میٹھے پانی کا چشمہ رواں دیکھ کر مسلم اور غیر مسلم سب ہی حیران ہیں کہ سمندر سے ملا ہونے کے باوجود پانی کھارا نہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حقیقی اولیاء و صوفیاء ناپید ہونے لگے اور پنڈت افراد کے مراکز آباد ہو گئے اور اہلِ اسلام حکمرانوں کا اقتدار ڈگمگانے لگا اور آج ہند صرف ان کی چھوڑی ہوئی وراثت پر فخر ہی کر سکتا ہے۔

الحمدللہ رب العالمین

اس مقالے کی تیاری میں

درج شدہ کتب سے مدد لی گئی

(۱) آئین اکبری

ابو الفضل، شیخ ابو الفضل بن شیخ مبارک ناگوری متوفیٰ 1011ھ

مترجم مولوی محمد فدا علی طالب، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن 1938ء

(۲) آبِ کوثر

اکرام، ڈاکٹر شیخ محمد ابن شیخ فضل کریم متوفیٰ 1973ء

فیروز سنز لاہور 1968ء

(۳) آئینہ حقیقت، جلد اوّل

خاں، اکبر شاہ نجیب آبادی طبع اوّل 1920ء طبع ثالث کرچی 1983ء

(۴) آثار البلاد واخبار العباد

قزوینی، زکریا مطبوعہ بیروت 1960ء

(۵) اسلامی تصوف۔ اہل مغرب کی نظر میں

ضیاء، سید مظفر احمد مطبوعہ الصفہ اکیڈمی کرچی 1992ء

(٦) اسد الغابہ

ابن اثیر، ابو الحسن عز الدین علی ابن ابو الکرم متوفیٰ 630ھ

دار احیاء التراث العربی۔ بیروت۔ سن اشاعت مرقوم نیست

(۷) انساب الاشراف

بلاذری۔ احمد بن یحیٰ متوفیؒ 279ھ

دار الفکر بیروت 1996ء

(۸) الاصابہ

ابن حجر' ابو الفضل احمد بن علی متوفیؒ 852ھ

مطبعۃ السعادہ مصر 1328ھ

(۹) الانساب

السمعانی' ابو سعد عبد الکریم بن محمد متوفیؒ 562ھ

دار الجنان بیروت 1408ھ

(۱۰) انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا

محمود' سید قاسم مطبوعہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی 1998ء

(۱۱) اسلامی انسائیکلوپیڈیا

محمود' سید قاسم مطبوعہ شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی

سن اشاعت مرقوم نیست

(۱۲) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم

مقدسی، بشّاری مطبوعہ بغداد 1906ء

(۱۳) اصلاح الرسوم الظاہرہ

نجفی، شیخ محمد حسین ڈھکو مطبوعہ خانیوال 1992ء

(۱۴) اقبال اور مسلک تصوف

صدیقی، ڈاکٹر ابو اللیث متوفّٰی 1994ء مطبوعہ لاہور 1977ء

(۱۵) اسلامی تصوف

ابن قیم، ابو عبداللہ شمس الدین محمد ابن ابوبکر جوزی متوفّٰی 751ھ

مترجم عبدالرحیم لاہور 1348ھ

(۱۶) البدایۃ والنھایۃ

ابن کثیر، اسماعیل بن عمر متوفّٰی 774ھ

مطبوعہ مصر، سنِ اشاعت مرقوم نیست

(۱۷) بحار الانوار

مجلسی، محمد باقر متوفّٰی 1110ھ

مترجم مفتی طیب آغا جزائری مطبوعہ کراچی 1980ء

(۱۸) بزم صوفیہ

صباح الدین، سید عبدالرحمٰن مطبوعہ نیشنل بک فاؤنڈیشن 1990ء

(۱۹) بزرگانِ کراچی

ڈاکٹر ناصرالدین مطبوعہ کراچی 1993

(۲۰) پاکستانی تہذیب کی کہانی

کلیم احمد مطبوعہ جنرل پبلشنگ ہاؤس کراچی 1964ء

(۲۱) پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء

سبط حسن متوفیٰ 1986 مطبوعہ کراچی 1975ء

(۲۲) تاریخ طاھری

ٹھٹوی، محمد طاہر مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ 1964ء

(۲۳) تاریخ سندھ۔ نور محمد

مطبوعہ شعبہ سندھولوجی جامشورو 1984ء

(۲۴) تاریخ سندھ

قدوسی۔ اعجاز الحق

مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ لاہور 1971ء

(۲۵) تاریخ الاسلام

ابن ذھبی، شمس محمد ابن احمد متوفیؒ 748ھ

دار الکتاب العربی طبعة ثانیہ 1991ء

(۲۶) تاریخ معصومی

بکھری، میر محمد معصوم متوفیؒ 1606ء محشیؒ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ

مترجم اختر رضوی مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد 1959ء

(۲۷) تاریخ فرشتہ

فرشتہ، محمد قاسم مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی 1962ء

(۲۸) تاریخ تمدن سند

شیدائی، رحیمداد خان مولائی مطبوعہ سندھ یونیورسٹی 1959ء

(۲۹) تاریخ پاک و ھند

انوار ہاشمی مطبوعہ کراچی 1970ء

(۳۰) تاریخ سندھ

بیگ، مرزا قلیچ متوفیؒ 1929ء مطبوعہ حیدر آباد سندھ 1925ء

(۳۱) تاریخ سندھ

برلاس، مرزا محمد کاظم مطبوعہ مراد آباد بھارت 1905ء

(۳۲) تاریخ سندھ

ندوی، سید سلیمان متوفیٰ 1953ء مطبوعہ 1947ء

(۳۳) تاریخ ھند

فرید آبادی، سید ہاشمی متوفیٰ 1964ء

مطبوعہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن 1939ء

(۳۴) تاریخ اسلام

شرر، عبدالحلیم متوفیٰ 1926ء

مطبوعہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن 1925ء

(۳۵) تاریخ الطبری

طبری، ابو جعفر محمد ابن جریر متوفیٰ 310ھ

مطبوعہ مصر 1939ء

(۳۶) تاریخ الخلفاء

سیوطی، عبد الرحمٰن جلال الدین بن ابو بکر شافعی متوفیؒ 910ھ

مطبوعہ کراچی 1983ء

(۳۷) تاریخ اسلام

جسٹس امیر علی متوفیؒ 1938ء مطبوعہ لاہور

(۳۸) تاریخ ابن خلدون

ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد متوفیؒ 806ھ

دار الفکر بیروت 1408ھ

(۳۹) تاج العروس (لغت)

زبیدی، سید محمد مرتضیٰ مطبوعہ بیروت 1987ء

(۴۰) تذکرہ صوفیائے سندھ

قدوسی، اعجاز الحق مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ کراچی 1959ء

(۴۱) تذکرۃ الاولیاء

عطار، شیخ فرید الدین متوفیؒ 1329ء

مترجم مولوی محمد برکت اللہ رضا مطبوعہ کراچی

سن اشاعت مرقوم نیست

(۴۲) تہذیب التہذیب

ابن حجر عسقلانی' ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی متوفیٰ 584ھ

الطبعۃ الاولیٰ دار الفکر بیروت 1404ھ

(۴۳) تشیع و تصوف

الشیبی' ڈاکٹر کامل مصطفیٰ مترجم علیرضا ذکاوتی

مؤسسۃ انتشارات امیر کبیر چاپ اوّل 1359ھ تہران

(۴۴) التفہیمات الالٰہیہ

شاہ ولی اللہ ابن عبد الرحیم متوفیٰ 1762ء مطبوعہ حیدر آباد سندھ 1970ء

(۴۵) تحفۃ الکرام

ٹھٹوی' میر علی شیر قانع مطبوعہ کراچی 1959ء

(۴۶) تورات

پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور 1989ء

(۴۷) تمدن ھند پر اسلامی اثرات

ڈاکٹر تارا چند مطبوعہ لاہور 1964ء

(۴۸) تحفۃ الزائرین

ٹھٹوی، مفتی محمد طفیل مطبوعہ حیدر آباد سندھ 1998ء

(۴۹) تصوف، اولیائے مانکی شریف اور تحریک پاکستان

پروفیسر ڈاکٹر عبد الرشید مطبوعہ اولیاء اکیڈمی پاکستان 1991ء

(۵۰) تزکیہ واحسان یا تصوف و سلوک

ندوی، سید ابو الحسن متوفیٰؒ 2000ء مطبوعہ کراچی

سن اشاعت مرقوم نیست

(۵۱) تصوف کی حقیقت

پرویز، غلام احمد متوفیٰؒ 1985ء

مطبوعہ طلوع اسلام ٹرسٹ لاہور 1992ء

(۵۲) التکشف عن مہمات التصوف

تھانوی، اشرف علی ابن عبد الحق متوفیٰؒ 1943ء

مطبوعہ حیدر آباد آندھرا

سن اشاعت مرقوم نیست

(۵۳) تصوف اسلام

دریابادی، عبدالماجد مطبوعہ لاہور 1393ھ

(۵۴) تاریخ مملکت اسلام

پروفیسر ڈاکٹر ریاض الاسلام مطبوعہ لاہور 1955ء

(۵۵) تاریخ تصوف

ڈار، بشیر احمد مطبوعہ لاہور 1962ء

(۵٦) ثقافت پاکستان

اکرام، شیخ محمد متوفیٰ 1973ء

ادارہ مطبوعات پاکستان۔ سن اشاعت مرقوم نیست

(۵۷) جواہر البیان

جرولی۔ سید اکبر مہدی سلیم مطبوعہ لاہور 1968ء

(۵۸) چچ نامہ (فتح نامہ سندھ)

کوفی، علی بن حامد متوفی 613ھ محشی ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ متوفی 1958ء مجلس مخطوطات
فارسیہ حیدر آباد دکن 1939ء

(۵۹) چودہ ستارے

کراروی، سید نجم الحسن
بار سوم۔ لاہور

(۶۰) حیات الحیوان

دمیری، محمد بن موسیٰ متوفی 808ھ مطبوعہ لاہور 1992ء

(۶۱) حدیقۃ الشیعہ

اردبیلی، شیخ احمد ابن محمد نجفی متوفی 993ھ

مترجم علی حسن اختر کراچی 1402ھ

(۶۲) خفتگانِ کراچی

محمد اسلم مولد 1910ء مطبوعہ تحقیقاتِ پاکستان پنجاب یونیورسٹی 1991ء

(۶۳) خلافت راشدہ اور ہندوستان

مبارکپوری، قاضی اطہر مطبوعہ سکھر 1986ء

(۶۴) خلافت وملوکیت

مودودی، سید ابوالاعلیٰ متوفیٰ 1979ء

مطبوعہ لاہور 1990ء

(۶۵) دیبل

خان، ڈاکٹر عبدالحمید مطبوعہ رائل پاکستان نیوی

سن اشاعت مرقوم نیست

(۶۶) دین تصوف

گوندلوی، محمد یحییٰ مطبوعہ سیالکوٹ 1986ء

(۶۷) دائرہ معارف اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی 1962ء

(۶۸) رود کوثر

اکرام، شیخ محمد ابن شیخ فضل کریم متوفیٰ 1973ء

مطبوعہ فیروز سنز لاہور 1968ء

(۶۹) رحلہ

ابن بطوطہ' ابو عبداللہ شرف الدین محمد متوفیٰ 779ھ

المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر 1377ھ

(۷۰) رسالہ قشیریہ

قشیری' ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن متوفیٰ 465ھ

مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن مطبوعہ اسلام آباد 1970ء

(۷۱) ریاض السالکین

غزالی' ابو حامد محمد بن محمد متوفیٰ 505ھ

مطبوعہ لاہور 1924ء

(۷۲) زبدۃ الآثار تلخیص بہجت الاسرار

محدث دھلوی' شیخ عبدالحق ابن سیف الدین متوفیٰ 1052ھ

مترجم پیرزادہ اقبال احمد فاروقی' مکتبہ نبویہ لاہور 1975ء

(۷۳) سکینۃ الاولیاء

دارا شکوہ متوفیٰ 1659ء

مترجم پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی، لاہور 1971ء

(۷۴) سفینۃ الاولیاء

شہزادہ داراشکوہ متوفیٰ 1659ء

مترجم محمد علی لطفی، کراچی 1961ء

(۷۵) سندھ کی تاریخی کہانیاں

قدوسی، اعجاز الحق مطبوعہ کراچی 1988ء

(۷۶) سچل لغات

سندیلو، ڈاکٹر عبدالکریم مطبوعہ خیرپور 1984ء

(۷۷) سنن نسائی

نسائی، ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب متوفیٰ 303ھ

مکتبہ ایوبیہ کراچی، سن اشاعت مرقوم نیست

(۷۸) سیرت السادات

بریلوی، سید فخر الدین، قلمی نسخہ 1896ء

در ملکیت قمر سہارنپوری، جعفر طیار سوسائٹی کراچی

(۷۹) سوانح عمری لال شہباز قلندر

قادری، شاہ مانا میاں مطبوعہ کراچی

سن اشاعت مرقوم نیست

(۸۰) سچل سرمست اور ان کے تعلیمی نظریات

خلیل، ڈاکٹر ابراہیم متوفیٰ 1982ء

مطبوعہ کراچی 1992ء

(۸۱) شاہ جو رسالو

بھٹائی، شاہ عبداللطیف متوفیٰ 1752ء

مہتمم ھوتچند مولچند گربخشائی مطبوعہ حیدر آباد 1979ء

(۸۲) شاہ جی رسالی جاسر چشما

بلوچ، ڈاکٹر نبی بخش خان مطبوعہ بھٹ شاہ 1972ء

(۸۳) شہباز قلندر

سندھی، عبدالمجید میمن متوفیٰ 1996ء

مترجم سید معرج نیر، لاہور 1975ء

(۸۴) شہید اعظم

ریاض، سید ریاض علی مطبوعہ بنارس 1913ء

(۸۵) صحیفۂ کاملہ

ادعیۂ زین العابدین، علی ابن الحسین متوفّٰی 94ھ

مترجم مفتی جعفر حسین متوفّٰی 1983ء مطبوعہ لاہور

سن اشاعت مرقوم نیست

(۸۶) الصّواعق المحرقہ

ابن حجر مکی، احمد بن حجر الہیتمی المکی متوفّٰی 974ھ

مطبوعہ بیروت 1985ء

(۸۷) الطبقات الکبریٰ

ابن سعد، محمد متوفّٰی 230ھ

دار الکتب العلمیہ بیروت 1990ء

(۸۸) عرب و ہند۔ عہد رسالت میں

مبارکپوری، قاضی اطہر مطبوعہ سکھر 1986ء

(۸۹) عرب و ہند کے تعلقات

ندوی، سید سلیمان متوفیٰ 1953ء

الہ آباد 1930ء

(۹۰) عمدۃ الطالب

ابن عنبہ، جمال الدین احمد متوفیٰ 828ھ

قم۔ ایران 1380ھ

(۹۱) عبرت کدہ سندھ

ای بی ایسٹ وک کا سفر نامہ مطبوعہ کراچی 1967ء

مترجم سید محمد ضامن (ڈری لیوز فرم ینگ اسچپٹ کا اردو ترجمہ)

(۹۲) عوارف المعارف

سہروردی عمر شہاب الدین متوفیٰ 632ھ

مترجم سید رشید احمد ارشد لاہور 1962ء

(۹۳) غنیۃ الطالبین

جیلانی، عبد القادر ابن ابو صالح متوفیٰ 561ھ

الطبعۃ الثالثہ مصر 1956ء

(۹۴) الفہرست

ابن ندیم، ابو الفرج محمد بن اسحاق متوفیٰ 380ھ

المطبعۃ الرحمانیہ مصر 1348ھ

(۹۵) فلسفۂ مذاہب

امولیہ رنجن مہاپتر مترجم یاسر جواد

لاہور 1998ء

(۹۶) فتوح البلدان

بلاذری، احمد بن یحیٰ متوفیٰ 279ھ

المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر 1959ء

(۹۷) الفتنۃ الکبریٰ

مصری، ڈاکٹر طٰہٰ حسین متوفیٰ 1975ء

مترجم عبد الحمید نعمانی مطبوعہ کراچی 1989ء

(۹۸)فرزندانِ ابوطالب

اصفہانی'ابوالفرج علی بن حسین متوفیٰ 356ھ

مطبوعہ ایران'سن اشاعت مرقوم نیست

(۹۹)الفتح الربانی

جیلانی'عبدالقادر ابن ابو صالح متوفیٰ 561ھ

مترجم ثناء اللہ ندوی لاہور 1962ء

(۱۰۰)قدیم سند

بیگ'میرزا قلیچ متوفیٰ 1929ء

سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد 1981ء

(۱۰۱) قدیم سند

آڈواڻي' پیرومل مہر چند

مطبوعہ کراچی 1957ء

(۱۰۲) قاموس الکتاب

ایف ایس خیر اللہ

مطبوعہ لاہور 1993ء

(۱۰۳) القول الجمیل فی بیان سواء السبیل

ولی اللہ، شاہ محدث دھلوی ابن عبد الرحیم متوفیٰ 1762ء

مترجم محمد سرور لاہور 1961ء

(۱۰۴) قرآن اور تصوف

میر، ڈاکٹر ولی الدین

مطبوعہ حیدر آباد دکن 1945ء

(۱۰۵) الکامل

ابن اثیر، ابو الحسن عز الدین علی ابن ابو الکرم متوفیٰ 630ھ

دار الفکر بیروت 1979ء

(۱۰۶) کتاب الھند

البیرونی، ابو ریحان محمد ابن احمد خوارزمی متوفیٰ 440ھ

مطبوعہ دھلی 1941ء

(۱۰۷) کتاب اللمع

سراج' ابو نصر طوسی

مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن' اسلام آباد 1986ء

(۱۰۸) کشف المحجوب

ھجویری' ابو الحسن سید علی ابن عثمان المعروف بداتا گنج بخش متوفیٰ 1072ء

مترجم میاں طفیل محمد لاہور 1988ء

(۱۰۹) گلِ گلستانِ اہل بیت

کاظمی، مفتی سید محمد جمال الدین

مطبوعہ کراچی 1415ھ

(۱۱۰) لغات الحدیث

وحید الزماں (شارح صحیح بخاری)

مطبوعہ کراچی' اشاعت قدیم

(۱۱۱) لواعج الاحزان

مہدی' سید محمد

مطبوعہ لاہور، سن اشاعت مرقوم نیست

(۱۱۲) مسلم ثقافت۔ ہندوستان میں

سالک، عبدالمجید متوفٰی 1959ء

طبع دوم ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور

(۱۱۳) مہران نقش

راشدی، ڈاکٹر وفا

مطبوعہ کراچی، سن اشاعت مرقوم نیست

(۱۱۴) موج کوثر

اکرام، شیخ محمد ابن شیخ فضل کریم متوفٰی 1973ء

ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1992ء

(۱۱۵) معارف الآثار

خواجہ، لفٹیننٹ کرنل عبدالرشید

ندوۃ المصنفین دھلی 1962ء

(۱۱۶) مسلمانوں کی سیاسی تاریخ

حسن، ڈاکٹر حسن ابراہیم

مترجم علیم اللہ صدیقی، مجلس ترقی ادب لاہور 1959ء

(۱۱۷) مروج الذھب

مسعودی، ابوالحسن علی بن حسین متوفیؒ 345ھ

مصر 1948ء

(۱۱۸) معجم البلدان

یاقوت حموی، ابو عبداللہ شہاب الدین مولدؒ 575ھ

مصر 1906ء

(۱۱۹) مختصر تاریخ ھند

ندوی، سید ابو ظفر

اعظم گڑھ 1938ء

(۱۲۰) المعارف

دینوری، ابن قتیبہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم متوفیؒ 276 ھ

بیروت1970ء

(۱۲۱) منتخب التواریخ

خراسانی، محمد ہاشم۔ تہران، سن اشاعت مرقوم نیست

(۱۲۲) مختصر حالات سید عبداللہ علوی

ہاشمی، عبدالقدوس متوفیٰ1989ء

مطبوعہ کراچی1382ھ

(۱۲۳) منتھی الآمال

قمی، شیخ عباس ابن محمد رضا متوفیٰ1359ھ

تہران۔ سن اشاعت مرقوم نیست

(۱۲۴) مقاتل الطالبین

اصفہانی، ابوالفرج علی بن حسین متوفیٰ356ھ

مطبوعۃ قاھرہ1949ء

(۱۲۵) المسالک والممالک

ابن خرداذبہ، عبیداللہ متوفیٰ300ھ

مطبوعہ بغداد 1889ھ

(۱۲۶) مجمع البحرین

طریحی، شیخ فخر الدین بن محمد علی متوفیٰ 1087ھ

مطبوعہ تہران، سن اشاعت مرقوم نیست

(۱۲۷) مجمع البحرین

طریحی، شیخ فخر الدین بن محمد علی متوفیٰ 1087ھ

مطبوعہ تہران، سن اشاعت مرقوم نیست

(۱۲۸) مفردات

اصفہانی، الحسین بن محمد المعروف براغب متوفیٰ 502ھ

الدار الشامیہ 1994ء

(۱۲۹) مجموع فتاویٰ

ابن تیمیہ، تقی الدین بن ابو العباس احمد متوفیٰ 728ھ

سعودی عرب 1398ھ

(۱۳۰)ملوک الکلام

زمان، خواجہ محمد لواری شریف

مترجم نیاز ھمایونی حیدر آباد 1977ء

(۱۳۱)نقد الرجال

تفرشی، آقا میر مصطفی

مطبوعہ طہران 1318ھ

(۱۳۲) نفسی طریق علاج میں مسلمانوں کا حصہ

اجمل، ڈاکٹر محمد متوفی 1994ء

مترجم شہزاد احمد۔ لاہور 1988ء

(۱۳۳) وفیات الاعیان

ابن خلکان، ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد شافعی متوفی 681ھ

منشورات رضی طبعہ ثانیہ قم ایران 1364 شمسی

(۱۳۴)ولایت الفقیہ

منتظری، شیخ حسین علی نجف آبادی

قم۔ایران1409ھ

(۱۳۵) ہندوستان۔عربوں کی نظر میں

دارالمصنفین۔اعظم گڑھ 1960ء

(۱۳۶) یسوع کے حواری

کلے' ولیم بار

مطبوعہ کراچی1990ء

ENGLISH BOOKS

(1) The Antiquities of Sind

Henry Cousens, Oxford University Press Karachi

1975.

(2) A History of Sufism in India

S.Athar Abbas Rizvi, Munshiram Manoharlad

Publishers PVT Ltd. New Delhi 1978.

(3) An Introduction to Karachi.

Maneck B. Pithawalla, Karachi 1950

(4) A Socio- Intellectual History of

Isna Ashari Shiis in India

ATHAR ABBAS RIZVI, Australia 1986

(5) Saints of Sind

Peter Mayne, London 1956

(6) Renaissance of Islamic Culture and civilization

in Pakistan

Dr. Abdur Rauf- Lahore 1965

(7) The Dual City Karachi

Yasmeen Lari and Mihail Lari

Oxford University Press Karachi 1996.

(8) KARACHI

Edited by Hamida Khuro and Anwer Mooraj

Oxford University Press Karachi 1997

(9) Early Muslims in India

K.S. Lal, Books and Books, New Delhi 1984.

(10) The Arabs

Arnold Hottinger, Thames and Hudson, London

1963

(11) History of Karachi Port

Dr. Azimussan Haider, Secretariat K.P.T. 1980.

(12) Exploring Genesis

Dr. John Philips, New Jersy, U.S.A. 1980

(13) Gazetteer of the province of Sind.

Aitken, Karachi 1907.

(14) Sind a Re-Interpretation of the unhappy valley.

J.Abbot, Bombay University 1924.

(15) The Indus Delta Country

Maj. Gen. M.R. HAIG, London 1887

(16)Kurrachee

Alexander Baillie, Kent and Co, London 1890

(17) The East India Gazetter

Walter Hamilton, London 1815.

(18) History of Karachi

Dr. Azimusshan Haider, Published by Auther 1974.

(19) Karachi Encyclopaedia

S. Muhammad Raza, karachi 1969

(20) Geology and Geography of Karachi and its

Neighbourhood.

Maneck Pithawala, Karachi 1946.

(21) Chronologial Dictionary of Sind

M.H. Panhwar, Jamshoro 1983

(22) Sind Arab Period

Dr. Mumtaz Hussain Pathan, Hyderabad 1978

(23) A History of Sindh

Suhail Zaheer Lari, Karachi 1994.

(24) The Encyclopedia of Religion

Miracea Eliade, New York 1987

(25) Routledge History
S.Hossein Nasr, London 1996

(26) Sufism

William Stoddart, London 1976

(27) The Oxford Encyclopaedia of the modern Is-

-lamic World

John L. Esposito, U.S.A., 1995

(28) Studies in Islamic Mysticism

Necholson Reynold Alleyne, Lahore 1983

(29) The Gazetter of West Pakistan (Sind)

Dr. H.T. Sorley,1968.

(30) A short history of the province of Sind.

G.E.L. Carter,1916.

(31) pearls from the Indus

Prof. Annemarie Schimmel, Jamshoro 1986.

مولانا ڈاکٹر سید سبط شبر زیدی کی تحقیقات

1- وفات سکینہ۔۔۔حقیقت کے آئینے میں
2- آیات قرآنی اوراس کے فوائد
3- ہمارے معاویہ کی شان
4- بحرالعلماء
5- عیدنوروز کی شرعی حیثیت
6- الاعجاز فی علوم القرآن
7- معروف سماوی کتب پر ایک نظر
8- حضرت عبداللہ شاہ غازی
9- حیات الدارین
10- ہندٹوٹ گیا
11- اقبال کا پوسٹمارٹم
12- راہ نجات
13- راوی کنارے (سفرنامہ)
14- برزخ کا الٰہی تصور
15- حسینؑ سے حسینیت تک
16- تحقیقی اسلامی انسائیکلوپیڈیا
17- مضامین زیدی
18- ہنداوراھلِ بیت
19- اسلام اورتحریفات

باسمہ سبحانہ

عزیز گرامی ڈاکٹر سید سبط شبر زیدی ان متحرک شخصیات میں سے ہیں جو ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں اور چونکہ وہ اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہیں لہٰذا وہ ہر وقت اس امانت کے تقاضوں کو ادا کرنے کی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں اب تک ان کے بہت سے قلمی شاہکار قوم سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں جیسے "الاعجاز فی علوم القرآن"، "معروف سماوی کتب پر ایک نظر"۔ ان کے وقت کی قدر کرنیکا ایک ثبوت یہ ہے کہ وہ کم عمری میں ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کر چکے ہیں موصوف کو کوچہ گردی کا بھی شوق ہے جو انہیں کشاں کشاں مختلف دیار و امصار تک لیے جاتا ہے الغرض عزیز گوناگوں خوبیوں کے مالک ہیں۔ تحقیق پسند طبیعت پائی ہے اور ملک وملت کے لیے کچھ کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے اور ملک و ملت کی بیش از پیش خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

وانا الاحقر
محمد حسین نجفی
(مولانا محمد حسین ڈھکو)
سرگودھا

باسمہ سبحانہ

عزیز گرامی ڈاکٹر سید سبط شبر زیدی ان متحرک شخصیات میں سے ہیں جو ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں اور چونکہ وہ اپنے وجود کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہیں لہٰذا وہ ہر وقت اس امانت کے تقاضوں کو ادا کرنے کی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتے ہیں اب تک ان کے بہت سے قلمی شاہکار قوم سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں جیسے "الاعجاز فی علوم القرآن"، "معروف سماوی کتب پر ایک نظر"۔ ان کے وقت کی قدر کرنیکا ایک ثبوت یہ ہے کہ وہ کم عمری میں ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کر چکے ہیں موصوف کو کوچہ گردی کا بھی شوق ہے جو انہیں کشاں کشاں مختلف دیار و امصار تک لیے جاتا ہے الغرض عزیز گوناگوں خوبیوں کے مالک ہیں۔ تحقیق پسند طبعیت پائی ہے اور ملک وملت کے لیے کچھ کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے اور ملک و ملت کی بیش از پیش خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

وانا الاحقر
محمد حسین نجفی
(مولانا محمد حسین ڈھکو)
سرگودھا